سالِ نو کی آمد پر!

قارئین "خالد" کو نئے سال کی آمد مبارک
ہو۔اللہ تعالیٰ اس سال کو ہم سب کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت
بنائے اور ہمیشہ کی طرح اپنے فضلوں کی بارش برساتا رہے۔آمین
ایک صدی سے اوپر کئی سال گذر چکے ہیں۔جس میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ
عالمگیر پر آنے والا ہر لمحہ ترقی کا پیش خیمہ اور بلندی کا زینہ بنتا چلا جاتا ہے اور اس طرح یہ کاروانِ
امن و آشتی آگے سے آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔تیز مخالف ہواؤں میں بھی اس کے قدم ڈگمگاتے ہیں نہ
ارادے بدلتے ہیں۔یقیناً ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس فضل عظیم پر سجدات شکر بجالاتے رہنا چاہیے اور یہ دعا کرتے
رہنا چاہیے کہ:-

فضل خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گذرے

اللہ تعالیٰ کے افضال وعنایات کے مزید مورد بننے کے لئے ہم پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ اپنی اصلاح کی
طرف خصوصی توجہ کریں اور ہر نیکی کو اپنی ذات میں جاری کرنے کی کوشش کریں اور اس سال میں بطور خاص
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودہ پانچ بنیادی اخلاق سچائی نرم زبان کا
استعمال،دوسروں کی تکلیف کا احساس اور اُسے دور کرنا،وسعت حوصلہ اور مضبوط عزم و ہمت اختیار کرنے
کی کوشش کریں۔ان اخلاق کو ہم اس وقت حاصل نہیں کرسکتے جب تک ہم محبت الٰہیہ کے چشمہ سے
فیضیاب اور رسول کریم ﷺ کی محبت سے سیراب نہ ہوں۔انہی محبتوں سے عبارت اخلاق دنیا
میں وہ پاکیزہ انقلاب برپا کر سکتے ہیں جو اس معاشرے کو جنت نظیر بنا دے۔
آیئے!اس دعا سے اس سال کا آغاز کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اخلاق
کو اپنی ذات میں جاری کرنے اور پھر قائم رکھنے توفیق
عطا فرمائے۔آمین

دونوں بھی ماشاء اللہ ماہر فن اور قادر الکلام شعراء ہیں۔ مجھے تو آپ کا کلام بھی اس سے خالی دکھائی نہیں دیتا اور پڑھتے وقت کئی مثالیں سامنے آتی ہیں، لیکن چونکہ اردو ادب میں اس کی اجازت سمجھی جاتی ہے اور اہل فن بھی استعمال کرتے ہیں، اس لئے میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ مثال کے طور پر مکرم سلیم صاحب کا یہ شعر ملاحظہ ہو:-

یہ زیست کیا ہے سکینت اگر نصیب نہ ہو
جو موت وجہ سکوں ہو تو کیا ہے کم اعجاز

اس میں اگر زیست پڑھیں گے تو کیا کا 'کاف' اور 'ی' دونوں زائد ہیں، کیونکہ فنی نکتہ نگاہ سے اس کا وزن زیستا بنتا ہے۔ گویا کاف اور ی دونوں زائد ہیں، لیکن اگر کیا پورا پڑھنا ہو تو پھر زیست کی ت زائد بنتی ہے۔ اب یہ دیکھ لیں کہ ماشاء اللہ یہ شعر چوٹی کا ہے، لیکن پڑھنے کے انداز کے فرق سے وزن پر اثر پڑتا ہے اور سقم نظر آتا ہے، لیکن میرے نزدیک یہ سقم نہیں۔ پھر سلیم صاحب کا یہ شعر دیکھیں۔

ان بہتے آنسوؤں کا ہی تحفہ قبول ہو
ہے اس کے پاس کیا جو یہ تیرا غلام ہے

اس کے پہلے مصرع میں ظاہراً وزن ٹوٹتا ہے اور 'بہتے' میں زیر پڑھنی پڑتی ہے۔ بڑی 'ے' نہیں پڑھی جا سکتی۔ یا ساکن یا زیر کے ساتھ الگ سے 'ت' آ سکتی ہے، 'ے' کی گنجائش ہی نہیں۔ ان کی اس نظم کا اس سے اگلا شعر۔

پھیرے بٹھا دے میری ساعت پہ یا خدا

ہی اس کی مثال ہے۔ حالانکہ بڑے قادر الکلام ہیں مگر یہ سقم ہے اور وزن کے اعتبار سے 'پھیرے' میں صرف زیر پڑھنی پڑتی ہے۔ اس پہلو سے اگر آپ اپنے کلام پر نظر ڈالیں تو اس میں بھی آپ کو اس کی کئی مثالیں ملیں گی۔ صرف کلام کی مجبوریاں سمجھانے کی خاطر ایک آدھ مثال بیان کر دیتا ہوں۔ کیا خوب مصرع ہے:-

خشک آنکھوں سے نیر بہاؤں چہرے پر مسکان سجاؤں

لیکن اس میں صرف 'سجا' پڑھا جا سکتا ہے۔ 'وں' زائد ہے لیکن شعراء عملاً ایسا کرتے ہیں۔ اجازت ہوتی ہے ہرگز معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ پھر یہ مصرع ملاحظہ فرمائیں۔

پھر کس گن پر اتراؤں اور فخر و مباہات کروں

اب اس میں اگر 'پھر' ہلکا پڑھیں تو 'پھر کس گن پر اتراؤں میں' ہونا چاہیے یعنی ایک 'میں' ڈالنا پڑے گا۔ اور اگر 'پھر' زور سے پڑھیں تو آپ والا مصرع موزوں ہو جائے گا۔ پس اس میں پڑھنے کے انداز کے فرق کی وجہ سے دو صورتیں ممکن ہیں۔ ایک ہے۔

پھر کس گن پر اتراؤں،
پھر کس گن پر اتراؤں میں،

اس میں لفظ 'میں' زائد کرنے کے باوجود وزن دونوں کا ایک ہے۔ بہر حال انداز قراءت نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض اوقات نقص کا گمان ہوتا ہے۔ پڑھنے والے کے انداز پر اس کی درستی یا سقم کا انحصار ہے۔ عام بول چال میں بھی اس کی مثالیں بہت ملتی ہیں۔ چنانچہ بولنے والا حسب حالات 'آ۔ اے' کہتا ہے اور کبھی soft 'آئے' کہتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں:-

کب آؤ گے چتیم پیارے

یہاں 'آ' 'ؤ' دو آوازیں ہیں اور 'آؤ' جب کہتے ہیں تو اس میں دو آوازیں نہیں نکلتیں اور دوسری حرکت شدید نہیں پڑھی جاتی۔ زیر نظر مصرع میں آپ کو 'کیوں آئے' پر اعتراض ہے۔ اگر آپ اس کی ترتیب بدل لیں یا اس کی جگہ دوسرا لفظ لانے پر مصر ہیں تو بے شک اس کو یوں کر لیں۔

میں اس سے جدا ہوں مجھے کیوں آئے کہیں چین

(مکتوب ۹۳-۵-۱۵ صفحہ ۷ تا ۹)

باقی آئندہ

☆☆☆

منکسر المزاجی

(مکرم طاہر احمد مختار صاحب۔ گوجرہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت منکسر المزاج تھے۔ آپ کے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ "والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں بلکہ ایک فقیر کے طور پر گذاری"۔ (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۱۹)

آپ کی منکسر المزاجی کے چند واقعات درج ذیل ہیں۔

(۱) قادیان کے کہیا لعل صراف کا بیان ہے کہ:۔

"ایک دفعہ خود حضرت مرزا صاحب کو بٹالہ جانا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ یکہ کرا دیا جائے۔ حضور جب نہر پر پہنچے تو آپ کو یاد آیا کہ کوئی چیز گھر میں رہ گئی ہے۔ یکے والے کو وہاں چھوڑا اور خود واپس تشریف لائے۔ یکے والے کو پل پر اور سواریاں مل گئیں اور وہ بٹالہ روانہ ہو گیا اور مرزا صاحب غالباً پیدل ہی بٹالہ گئے تو میں نے یکے والے کو بلا کر پیٹا اور کہا کہ کم بخت! اگر مرزا نظام الدین (حضورؑ کے ایک مخالف چچازاد) ہوتے تو خواہ تجھے تین دن وہاں بیٹھنا پڑتا تو بیٹھتا، لیکن چونکہ یہ نیک اور درویش طبع آدمی ہے اس لئے تو ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا: **"وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا۔ اُسے مزدوری مل گئی اور چلا گیا"**۔ (حیات طیبہ صفحہ ۱۶)

(۲) امرتسر میں مباحثہ آتھم کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مکان میں معمولی سی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب اور حضرت میاں الہ دین صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب اس ملاقات سے متعلق لکھتے ہیں:۔

"آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور وہ اتنی چوڑی تھی کہ آپ کا نیچے کا جسم گھٹنوں تک زمین پر تھا۔ مگر آپ نہایت بے تکلفی اور سادگی سے اُس پر لیٹے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ ان واقعات کو دیکھ کر میرے اور میاں الہ دین صاحب کے دل پر کیا گذرا۔ ......مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میاں الہ دین صاحب نے کہا تھا کہ یہاں کوئی دری بچھا دی جاوے تو فرمایا **"نہیں میں سونے کی غرض سے تو نہیں لیٹا تھا کام میں آرام سے حرج ہوتا ہے اور یہ آرام کے دن نہیں ہیں"**۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۳۳۰/از حضرت عرفانی صاحب)

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو حضرت بابا نانک کے چولہ کو دیکھنے کے لئے "ڈیرہ بابا نانک" تشریف لے گئے۔ اس سفر میں چند احباب حضورؑ کے ہم رکاب تھے۔ راستے میں ایک جگہ آپ تشریف فرما تھے کہ بعض لوگ سن کر ملاقات کو آئے۔ مگر آپ کی سادگی اور بے تکلفی نے ان میں سے بعض کو فوراً شناخت کر لینے کا موقع نہ دیا اور انہوں نے جناب مولوی محمد احسن امروہوی صاحب کو جو اس سفر میں ہم سفر تھے حضرت مسیح موعودؑ سمجھ کر ہاتھ بڑھایا تا کہ مصافحہ کریں۔ جناب مولوی صاحب نے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے اپنے آقا و مولیٰ کا پتہ دیا۔ یہ محض آپ کی بے تکلفانہ زندگی کا ایک کرشمہ تھا...... آپ کی مجلس میں آپ کے لئے کوئی خاص مسند اور امتیازی جگہ نہ ہوتی تھی۔

اپنے خدام میں رَل مل کر بیٹھا کرتے تھے''۔

(سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ ۳۴۲/ از حضرت عرفانی صاحب)

(۴) اسی طرح ایک اور روایت میں آپ کے خادم مرزا اسماعیل بیگ صاحب مرحوم کی شہادت ہے کہ جب حضرت اقدس اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے ماتحت بعثت سے قبل مقدمات کی پیروی کے لئے جایا کرتے تھے تو سواری کے لئے گھوڑا بھی ساتھ ہوتا تھا اور مَیں بھی ہمرکاب ہوتا تھا لیکن جب آپ چلنے لگتے تو آپ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑے پر سوار کرا دیتے۔ میں بار بار انکار کرتا اور عرض کرتا حضور! مجھے شرم آتی ہے۔ آپ فرماتے:۔

''ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں آتی۔ تم کو سوار ہوتے کیوں شرم آتی ہے''۔

جب حضرت قادیان سے چلتے تو ہمیشہ پہلے مجھے سوار کراتے۔ جب نصف سے کم یا زیادہ راستہ طے ہو جاتا تو مَیں اُتر پڑتا اور آپ سوار ہو جاتے اور اسی طرح جب عدالت سے واپس ہونے لگتے تو پہلے مجھے سوار کرتے اور بعد میں آپ سوار ہوتے۔ جب آپ سوار ہوتے تو گھوڑا جس چال سے چلتا، اسی چال سے چلنے دیتے۔ (حیات طیبہ صفحہ ۱۶)

(۵) اسی طرح حضرت مرزا دین محمد صاحب آف لنگروال کا بیان ہے:۔

''میں اوّلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واقف نہ تھا یعنی ان کی خدمت میں مجھے جانے کی عادت نہ تھی۔ خود حضرت صاحب گوشہ نشینی اور گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے لیکن چونکہ وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور شریعت کے دلدادہ تھے۔ یہی شوق مجھے بھی ان کی طرف لے گیا اور میں ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ جب مقدمات کی پیروی کے لئے جاتے تو مجھے گھوڑے پر اپنے پیچھے سوار کر لیتے تھے اور بٹالہ جا کر اپنی حویلی میں باندھ دیتے۔ اس حویلی میں ایک بالا خانہ تھا۔ آپ اس میں قیام فرماتے۔ اس مکان کی دیکھ بھال کا کام ایک جولاہے کے سپرد تھا جو ایک غریب آدمی تھا۔ آپ وہاں پہنچ کر دو پیسے کی روٹی منگواتے۔ یہ اپنے لئے ہوتی تھی اور اس میں سے ایک روٹی کی چوتھائی کے ریزے پانی کے ساتھ کھا لیتے۔ باقی روٹی اور دال وغیرہ جو ساتھ ہوتی وہ اس جولاہے کو دے دیتے اور مجھے کھانا کھانے کے لئے چار آنہ دیتے تھے۔ آپ بہت ہی کم کھایا کرتے تھے اور کسی قسم کے چسکے کی عادت نہ تھی''۔ (حیات طیبہ صفحہ ۱۶)

(۶) حضرت شیخ نور احمد صاحب مالک ''ریاض ہند پریس'' بیان کرتے ہیں:۔

''جنگ مقدس کی تقریب پر بہت سے مہمان جمع ہو گئے تھے۔ ایک روز حضرت مسیح موعود کے لئے کھانا رکھنا یا پیش کرنا گھر میں بھول گیا۔ میں نے اپنی اہلیہ کو تاکید کی ہوئی تھی مگر وہ کثرت کاروبار اور مشغولیت کی وجہ سے بھول گئی۔ یہاں تک کہ رات کا بہت بڑا حصہ گزر گیا اور حضرت نے بڑے انتظار کے بعد استفسار فرمایا تو سب کو فکر ہوئی۔ بازار بھی بند ہو چکا تھا اور کھانا بھی نہ مل سکا۔ حضرت کے حضور صورت حال کا اظہار کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: **''اس قدر گھبراہٹ اور تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ دستر خوان میں دیکھ لو کچھ بچا ہوا ہو گا وہی کافی ہے''**۔ دستر خوان کو دیکھا تو اس میں روٹیوں کے چند ٹکڑے تھے آپ نے فرمایا: ''یہی کافی ہے'' اور ان میں سے ایک دو ٹکڑے لے کر کھا لئے اور بس''۔

(سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ ۳۴۳/ از حضرت عرفانی صاحب)

☆☆☆

تقریب تقسیم انعامات (27 اکتوبر 2002ء)

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ منعقدہ 27,26 اکتوبر 2002ء کے اختتامی اجلاس کے بعد تقریب تقسیم انعامات منعقد ہوئی، جس میں اضلاع اور علاقہ جات میں شعبہ جات کے لحاظ سے اوّل، دوم اور سوم آنے والوں کو اسناد دینے کا اعلان کیا گیا، جبکہ اوّل آنے والوں کو انعامات بھی دیے گئے۔ محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے انعامات تقسیم کیے اور خطاب فرمایا۔ پوزیشنوں کی تفصیل یوں ہے:-

شعبہ وار نتیجہ بین العلاقہ 2001ء-2002ء

شعبہ	اوّل	دوم	سوم
اعتماد	گوجرانوالہ	کراچی	حیدرآباد
خدمت خلق	حیدرآباد	راولپنڈی	بہاولپور
تربیت	لاہور	راولپنڈی	کراچی
تربیت نومبائعین	کراچی	گوجرانوالہ	حیدرآباد
مال	سانگھڑ	آزاد کشمیر	سرحد
تعلیم	کراچی	گوجرانوالہ	فیصل آباد
عمومی	کراچی	راولپنڈی	حیدرآباد
صحت جسمانی	فیصل آباد	گوجرانوالہ	سرگودھا
وقار عمل	گوجرانوالہ	حیدرآباد	بہاولپور
صنعت و تجارت	گوجرانوالہ	راولپنڈی	سانگھڑ
تحریک جدید	آزاد کشمیر	لاہور	حیدرآباد
اصلاح و ارشاد	حیدرآباد	بہاولپور	گوجرانوالہ
تجنید	سانگھڑ	آزاد کشمیر	راولپنڈی
امور طلباء	گوجرانوالہ	حیدرآباد	آزاد کشمیر
اشاعت	راولپنڈی	کراچی	سانگھڑ
اطفال	لاہور	حیدرآباد	آزاد کشمیر
محاسب	راولپنڈی	حیدرآباد	آزاد کشمیر

شعبہ وار نتیجہ بین الاضلاع 2001ء-2002ء

شعبہ	اوّل	دوم	سوم
اعتماد	لاہور	سیالکوٹ	کراچی
خدمت خلق	لاہور	فیصل آباد	حیدرآباد
تربیت	سیالکوٹ	لاہور	راولپنڈی
تربیت نومبائعین	کراچی	سیالکوٹ	راولپنڈی
مال	لاہور	منڈی بہاؤالدین	سانگھڑ
تعلیم	گوجرانوالہ	لاہور	حیدرآباد
عمومی	راولپنڈی	لاہور	کراچی
صحت جسمانی	لاہور	کراچی	گوجرانوالہ
وقار عمل	گوجرانوالہ	حیدرآباد	راولپنڈی
صنعت و تجارت	لاہور	کراچی	راولپنڈی
تحریک جدید	میرپور A.K	راولپنڈی	سیالکوٹ۔ لودھراں
اصلاح و ارشاد	ڈیرہ غازیخان	حیدرآباد	سانگھڑ
تجنید	میرپور A.K	تھرپارکر	منڈی بہاؤالدین
امور طلباء	اسلام آباد	راولپنڈی	جہلم
اشاعت	لاہور	راولپنڈی	کراچی
اطفال	اسلام آباد	میرپور آزاد کشمیر	کراچی
محاسب	میرپور A.K	لودھراں	حیدرآباد

نمایاں کارکردگی دکھانے والے مرکزی شعبہ جات

اوّل: شعبہ مال، دوم: شعبہ اصلاح و ارشاد، سوم: شعبہ اعتماد

انعامات شعبہ تعلیم 2002ء

مقابلہ مضمون نویسی

سہ ماہی اول: اوّل: طاہر احمد قمر۔ ٹیکسلا دوم: مرزا عرفان قیصر۔ ربوہ

سہ ماہی دوم: اوّل: خرم منیب۔ لاہور دوم: طاہر احمد منظور۔ ربوہ

سہ ماہی سوم: اوّل: خرم منیب۔ لاہور دوم: قیصر محمود۔ ربوہ

سہ ماہی چہارم: اوّل: حارث مجید۔ ربوہ

دوم: انتصار احمد ازکی۔ اسلام آباد

مقابلہ سالانہ مقالہ نویسی

اوّل: عبدالہادی طارق ربوہ، دوم: مرزا عرفان قیصر ربوہ،
سوم: طارق احمد طاہر ربوہ

اسناد برائے فری میڈیکل کیمپس

اضلاع	1-لاہور	395 کیمپس	اوّل
	2-ربوہ	286 کیمپس	دوم
	3-سیالکوٹ	142 کیمپس	سوم
مجالس	1- مجلس دہلی گیٹ لاہور	101 کیمپس	اوّل
	2- مجلس چمن آباد لاہور	48 کیمپس	اوّل
	3- راجگڑھ لاہور	47 کیمپس	سوم

آئی بنک کی مختلف برانچز کی پوزیشنز

اوّل: لاہور برانچ ہمر پرست برانچ مکرم چوہدری منور علی صاحب
دوم: فیصل آباد برانچ: سرپرست برانچ مکرم فرید احمد صاحب
سوم: کراچی برانچ: سرپرست مکرم محمود محمد شرما صاحب
ربوہ برانچ: سرپرست برانچ مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب

انعامات شعبہ اطفال

شعبہ عمومی: اوّل علاقہ لاہور۔ سیکرٹری مکرم عمران قمر صاحب

شعبہ عمومی: اوّل ضلع شیخوپورہ۔ سیکرٹری مکرم آصف محمود صاحب

بہترین مربی اطفال ضلع: مکرم محمود اختر صاحب میرپور آزاد کشمیر

انصار اللہ میں جانے والے عہدیداران کیلئے تحائف

1- مرکزی عاملہ: مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب نائب صدر دوم

2- عاملہ اطفال: مکرم عبدالرشید صاحب

3- مجلس مقامی: مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب

4- قائدین علاقہ: مکرم طارق محمود صاحب سانگھڑ
مکرم ماجد علی صاحب کوئٹہ

5- قائدین اضلاع: مکرم سید سلیم احمد صاحب منڈی بہاؤالدین
مکرم منیر احمد بسرا صاحب ناروال
مکرم طاہر احمد باجوہ صاحب شیخوپورہ
مکرم مقبول احمد صاحب نائب قائد ضلع لاہور

تحائف برائے کارکنان دفتر خدام الاحمدیہ

1- مکرم ناصر احمد طاہر صاحب

2- مکرم محمد ظفر اللہ صاحب

3- مکرم رانا سلطان احمد صاحب

4- مکرم منصور احمد جاوید صاحب۔ مراقب

خصوصی انعام منجانب محترم صدر مجلس

1- مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب۔ نائب صدر دوم

2- مکرم چوہدری منیر احمد بسرا صاحب قائد ضلع ناروال

3- مکرم اعجاز احمد صاحب قائد ضلع سیالکوٹ

اعلان ولادت

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مکرم حیدر علی نوہانی صاحب قائد ضلع لاڑکانہ کو مورخہ 10 ستمبر 2002ء کو بیٹی کے بعد پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ جس کا نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے "عدنان علی" تجویز فرمایا ہے۔ نومولود بچہ مکرم انور حسین ہڑو صاحب کا نواسہ ہے اور وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔

تمام احباب جماعت سے بچے کی دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

حضرت میاں خیر دین صاحب

(مکرم ظہور احمد مقبول صاحب)

آپ کے والد حضرت میاں محمد صدیق صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۱۳ رفقاء میں شامل تھے۔ آپ کا آبائی وطن کشمیر میں موضع بھاج بالمن ضلع اسلام آباد تھا اور بعد میں آپ کے آباؤ اجداد نے ہجرت کر کے سیکھواں، جو قادیان سے چار میل کے فاصلے پر ہے، میں رہائش اختیار کر لی۔ (تاریخ کشمیر صفحہ ۴۰)

آپ نے ۱۷ مارچ ۱۹۴۹ کو بعمر ۸۰ سال وفات پائی۔ آپ تقریباً ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ (الفضل ۸ جولائی ۱۹۴۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق و بیعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت سے قبل بھی آپ قادیان آیا جایا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کرتے تھے۔ آپ کی کثرت سے قادیان آمد کی وجہ تعلقات رشتہ داری بھی تھے کیونکہ آپ کے چند رشتہ دار قادیان میں رہتے تھے۔ (الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۴۹ء)

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین رفقاء میں سے تھے۔ آپ کو ۲۳ نومبر ۱۸۸۹ء بروز جمعۃ المبارک بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ رجسٹر بیعت اولیٰ میں آپ کا نام ۱۵۱ نمبر پر درج ہے۔ جب کہ ۳۱۳ رفقاء کی فہرست میں آپ کا نام ۱۳۱ نمبر پر ہے۔ (انجام آتھم ۳۲۵)

اب آپ ہمارے مہمان ہیں

حضرت میاں خیر الدین صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

''چونکہ ہماری قریبی رشتہ داریاں یعنی ننھیال قادیان میں تھے اس لئے ہم آتے تو کھانا وغیرہ وہاں ہی سے کھاتے تھے۔ ایک دفعہ جب ہم قادیان آئے تو حسب معمول ہم نے وہاں سے کھانا کھایا تو ان کی ایک ہمسایہ عورت جس کا نام ''مائی نجو'' تھا نے کہا۔ یہ آتے تو اوپر ہیں (یعنی حضرت صاحب کی طرف) اور کھانا ہمیشہ یہاں سے کھاتے ہیں۔ اس عورت پر ہمارے کھانے کا بوجھ نہ تھا۔ اس نے یہ بات خواہ مخواہ منہ سے نکال دی۔ اس کی اس بات کا اثر ہم پر ضرور ہوا، مگر کوئی جواب نہ دیا گیا اور اپنے گھر کو چلے گئے۔ جب دوسری دفعہ قادیان آئے تو حضور کی خدمت میں پیش ہوئے تو حضور نے بہت التفات اور محبت سے زوردار الفاظ میں فرمایا کہ دیکھو تم ہمارے مہمان ہو جب قادیان آؤ تو کھانا ہمارے ہاں کھایا کرو اور کسی جگہ سے مت کھانا۔ ہم حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک''۔ (رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقت

حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں:۔ ''ایک دفعہ میں قادیان آیا۔ حضور گول کمرہ میں تھے۔ احباب کھانا کھانے کے لئے تیار تھے کہ میں بھی گول کمرہ میں داخل ہوا۔ اس روز کھانے میں پلاؤ تھا۔ جب کھانا رکھا گیا اور کھانا شروع کیا

گیا تو خود حضور نے ایک رکابی پلاؤ کی حصہ رسدی سے زائد میرے آگے رکھ دی۔ حاضرین میری طرف دیکھنے لگ گئے۔ (کہ یہ کتنا خوش نصیب ہے) الحمدللہ علی ذالک"۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے آثار کی تلاش کے سلسلہ میں نصیبین بھیجنے کے لئے تین اشخاص کا ایک وفد تیار کیا تو اس وقت ان کے اخراجات سفر کے لئے تحریک کی۔ اس پر ان تینوں بھائیوں نے اس میں حصہ لیا چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"اخویم منشی عبدالعزیز پٹواری ۱۲۵ روپے۔ اور میاں جمال دین کشمیری ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور اور ان کے دو برادر حقیقی میاں امام دین اور میاں خیر الدین نے پچاس روپے دیے ہیں۔ ان چاروں صاحبوں کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت کم حصہ رکھتے ہیں۔ گویا حضرت ابوبکرؓ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت کی شرط تھی"۔ (الفضل ۸ جولائی ۱۹۴۱ء)

"ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحب نے بعض نو احمدیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں نے بیعت تو کی ہے مگر یقین پیدا نہیں کرتے۔ اس پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بولے کہ میر صاحب! گنوار لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ باتیں سن کر حضور علیہ السلام نے متوجہ ہو کر فرمایا بے شک دیہاتی لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں مگر سیکھواں والے میاں جمال دین و امام دین و خیر الدین و منشی عبدالعزیز پٹواری یہ لوگ ایسے نہیں ہیں۔ میاں خیر الدین صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں خوش ہو گیا"۔ (رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد ۱۳ صفحہ ۴۴۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اقتداء میں نماز

حضرت میاں صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"نماز آپ عموماً دوسرے کی اقتداء میں پڑھتے تھے۔ اس قدر طویل عرصہ میں دو دفعہ حضور کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ ایک دفعہ قبل از دعویٰ (بیعت) اقصیٰ میں شام کی نماز دوسری دفعہ مولوی کرم دین والے مقدمہ میں گورداسپور کو جاتے ہوئے بڑی نہر پر ظہر کی نماز حضور کی اقتداء میں پڑھی"۔ (رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد ۱۴ صفحہ ۲)

مالی قربانی

آپ فرماتے ہیں:۔

"جب حضور علیہ السلام نے منارۃ المسیح کے لئے خدام سے ایک ایک صد روپیہ طلب فرمایا تو ہم تینوں بھائیوں نے بھی اپنی والدہ صاحبہ سمیت چاروں کی طرف سے درخواست پیش کی کہ ہم چندہ میں شامل ہونا اپنی سعادت سمجھتے ہیں، لیکن اس قدر وسعت نہیں کہ ہم میں سے ہر ایک سو سو روپیہ دے سکے۔ اس لئے ہم چاروں ہی ایک سو روپیہ دیں گے اگر منظور فرمالیں تو حضور نے منظور فرمایا اور پھر منارۃ المسیح پر ان کے اسماء بھی کندہ کیے گئے"۔ (رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد ۱۳ صفحہ ۴۵)

آپ کا تذکرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جمال دین اور خیر دین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔ وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں سرگرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں"۔ (روحانی خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم صفحہ ۳۱۳)

قسط آخر

ہمارے مشاغل

(مکرم سید ادریس صاحب۔ ربوہ)

Coins /Numistic

سکوں کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسانی تہذیب۔ جب سے انسان میں شعور پیدا ہوا، اس نے روزمرہ زندگی کے لین دین کے لئے اور اپنی آسانی کے لئے سکوں کو رواج دیا۔ سب سے پہلے سکے 4500 قبل مسیح میں Mesopotamia (جو اب جنوبی عراق ہے) میں شروع ہوئے۔ اس وقت یہ چاندی کے تھے اوران پر قیمت لکھی جاتی تھی۔ اس وقت قیمت کا تعین چاندی کی قیمت کے حساب سے کیا جاتا تھا۔ اس طرح کا طریقہ کار کافی عرصے تک مختلف ممالک میں رائج رہا۔ باقاعدہ سکے کی شکل میں 600 قبل مسیح میں لائڈیا دورحکومت (kingdom of lydia) (جو موجودہ ترکی ہے) میں رائج ہوا۔ پہلی دفعہ جن ممالک میں کرنسی سکے کی شکل میں رائج ہوئے مندرجہ ذیل ہیں۔

ملک	مقام اجراء	سن اجراء
امریکہ	شمالی امریکہ	1794ء
فرانس		1360ء
//		1577ء
جرمنی	Saxony	1024ء
ہالینڈ	celtictribe	دوسری صدی
بیلجیم	//	دوسری صدی
اٹلی	روم	تیسری صدی
چین		210قبل مسیح
ترکی	lydia	600قبل مسیح
macedonia	macedonia	359قبل مسیح
Catuvellauni	Catuvellauni	10ء
لیبیا	لیبیا	500قبل مسیح

سکوں کی احتیاطی تدابیر

اس سلسلے میں جو چیزیں استعمال ہوتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ دانتوں کا برش ۲۔ tooth pick ۳۔ بال پوائنٹ کا ڈھکن ۴۔ الکوحل (Alcohol) ۵۔ روئی (Cotton) ۶۔ آتش عدسہ (Magnifying Glass) ۷۔ لیموں (Lemon)

سکوں کو رکھنے کے لیے ان کی ایک ٹرے آتی ہے، جس میں چھوٹے چھوٹے 30 سے 40 خانے مختلف سائز میں ہوتے ہیں۔ اکثر لوگ جن کو پتہ نہیں ہوتا وہ سکے پلاسٹک کے لفافوں میں رکھتے ہیں۔ جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد سکوں کے اوپر ہرے رنگ کی کائی جم جاتی ہے، جس کو اتارنے میں بہت مشکل پیش آتی ہے۔ ان کو محفوظ رکھنے کے لیے یا تو ٹرے میں رکھیں یا کاغذ کے لفافوں میں۔ سکوں کی حفاظت کا بہت بڑا کام ہے، خاص طور سے پرانے سکوں کا، کیونکہ یہ کئی لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں یا پھر کافی عرصہ زمین کے اندر دفن رہتے ہیں، جس کی وجہ سے ان پر بہت زیادہ گندگی جمع ہو جاتی ہے۔ پہلے تو اس کو الکوحل، صابن اور صاف پانی سے دھوئیں اس کے بعد اگر کچھ گندگی رہ جائے تو اس کو دانتوں کے برش یا Tooth Pick کی مدد سے صاف کرلیں۔ دھاتوں پر کرنے والی پالش کا استعمال بالکل نہیں کرنا، اس سے سکے خراب ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ خراب ہاتھوں سے سکے کو نہ پکڑیں، اس کے لیے چمٹی کا استعمال کریں۔

کرنسی نوٹ Bank Note

کرنسی نوٹ پہلی دفعہ چین میں 650ء سے 800ء کے درمیان تنگ کے دور میں شروع ہوئے۔ اسی کے دورحکومت میں پہلی دفعہ کاغذ کی ایجاد ہوئی۔ تنگ دور حکومت (Tang Dynasty) میں پہلے کانسی کے سکوں کا رواج تھا مگر جب زیادہ مالیت کے سکے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے جاتے تو ان کا وزن بہت زیادہ ہوتا اور ان کی حفاظت بھی مشکل تھی اسی وجہ سے کاغذ کے نوٹ کو رواج دیا گیا۔ 1000ء میں سنگ دور حکومت

(Sung Dynasty) میں جدید طرز کے کاغذی نوٹ جاری ہوئے۔ چین کے بعد جن ممالک میں کاغذی نوٹ جاری ہوئے ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

نام ملک	دور حکومت	سن اجراء	مقام اجراء
برطانیہ	ولیم III	1680ء	انگلینڈ
امریکہ		دسمبر 1690ء	Massachusetts
روس	کیتھرین دی گریٹ II	1769ء	
جرمنی		1876ء	
جاپان	Kemmu era	1334ء	ٹوکیو
کوریا	تائی جن بادشاہ	1401ء	
جنوبی افریقہ		1781ء	Cape of Good
مشرقی افریقہ	kaisarwilhelm II	1905ء	دارالسلام
مغربی افریقہ		1958ء	لائبیریا
وسطی افریقہ		1920ء	rohodesia
مغربی افریقہ		1952ء	لیبیا
آسٹریلیا	Governor lachlan	1814ء	سڈنی

اس وقت تمام ممالک کرنسی نوٹ نکال رہے ہیں اور ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت نوٹ شائع ہو رہے ہیں۔ اس مشغلے کا شوق رکھنے والوں کے لیے اس میں معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ٹکٹ، سکے اور کرنسی نوٹ جمع کرنے کا فائدہ جہاں معلومات ملتی ہیں وہاں پر ان ملکوں کی زبان کو سمجھنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ اگر آپ توجہ کے ساتھ ان پر لکھی گئی عبارت کو دیکھیں اور کتابوں کے ذریعہ ان تحریروں کو سمجھیں تو زبان سیکھنے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

میڈل (Medals)

میڈل جمع کرنے کے مشغلے کو ایک صدی سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ تقریباً 45 سال سے یہ باقاعدہ مشغلے کے طور پر شہرت پا رہا ہے دن بدن اس کے شائقین میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میڈل پانچ اقسام کے ہوتے ہیں۔

۱۔ Orders

۲۔ Decoration for gallantry

۳۔ Campaign medals

۴۔ Long service medals

۵۔ Jubilee and Coronation medals

Orders -1

اس قسم کا میڈل ملٹری اور سویلین کے شعبوں میں بہترین کام کرنے والوں کو دیا جاتا ہے یا کسی ملک میں سویلین شعبے میں اگر ملکی کے ساتھ ساتھ کسی غیر ملکی فرد نے بھی ملک کی بہتری کے لیے کام کیا ہو تو اس کو بھی میڈل دیا جاتا ہے۔

Decoration for gallantry -2

یہ میڈل ان شخصیات کو دیا جاتا ہے جنہوں نے کوئی بہت بڑا کام یا کارنامہ اپنے ملک کے لیے کیا ہو اور اپنے لحاظ سے تمام کارناموں سے منفرد ہو۔ مثال کے طور پر چند میڈلز کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ The Victoria Cross 1856

۲۔ The New Zealand Cross 1869

۳۔ The Indian Order of Merit 1837

۴۔ The Royal Red Cross 1882

۵۔ The Military Cross 1914

۶۔ نشان حیدر 1965

۷۔ The Kaiser-i-Hind Medal 1900

۸۔ The Iron Cross

Campaign Medals -3

یہ میڈلز مختلف شعبوں میں کارنامے انجام دینے پر دیے جاتے ہیں جن کا تعلق ملک کے کسی بھی شعبے سے ہو سکتا ہے۔ چند مثالیں ان میڈلز کی درج ذیل ہیں۔

۱۔ The Honourable East India Companys Medal 1778

۲- The Mysore Campaign Medal 1790

۳- The Waterloo Medals 1815

۴- The Jellalabad Medal 1841

۵- The Gwalior Campaign Star 1843

Long Service Medals -4

کسی بھی شعبے میں طویل عرصے تک بہترین کام سرانجام دینے پر یہ میڈل دیا جاتا ہے۔

Jubilee and Coronation Medals -5

یہ میڈل collectors کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے یہ اس وقت نکالا جاتا ہے جب کسی حکمران کی تاج پوشی یا silver یا golden جوبلی منائی جائے۔

Badges

یہ سب سے سستا اور آسان مشغلہ ہے۔ ہر ملک مختلف مواقع پر Badges نکالتے ہیں۔ اس وقت دنیا کے ممالک میں روس، امریکہ، اور چین نہایت خوبصورت اور زیادہ تعداد میں Badges نکالتے ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان میں بھی، اب پاکستان کی 50 سالہ گولڈن جوبلی کے موقع پر کافی تعداد میں مختلف طرح کے Badges نکالے گئے۔ یہ Badges کپڑے، چمڑے اور سٹیل کے بنے ہوتے ہیں اور مختلف اقسام کے ہیں، جو پرندے، جانور، خلائی مہمات، ملکی تقریبات، مشہور مقامات، شخصیات، عمارات اور کھیل وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ یہ مشغلہ معلومات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

ماچس کی ڈبیاں

یہ بھی دوسرے مشاغل کی طرح مشہور ہے۔ پاکستان میں اس مشغلے کو ابھی تک اتنی شہرت حاصل نہیں ہوئی مگر دوسرے ممالک میں کافی شہرت حاصل ہو رہی ہے اور تقریباً تمام بڑے ممالک اس مشغلے کے شائقین کے لیے خوبصورت ڈیزائن کی ماچسیں نکال رہے ہیں جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔ پاکستان میں کچھ سالوں سے نئے ڈیزائن کی ماچسیں آ رہی ہیں مگر پھر بھی شائقین کی تعداد میں ابھی تک حوصلہ افزا اضافہ نہیں ہوا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک اس مشغلے کی تفصیلی معلومات اور اہمیت نہیں بتائی گئی۔ اصل میں یہ مشغلہ ٹکٹ اور سکے جمع کرنے کی طرح کا ہے اور اہمیت کے لحاظ سے ان دونوں سے کچھ بڑھ کر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹکٹ اور سکے صرف حکومت نکال سکتی ہے اور بڑی محدود تعداد میں اور بہت کم نمونوں میں نکالے جاتے ہیں مگر ماچسیں نکالنے والے بے شمار ادارے ہیں جو خوبصورت اور بہترین ماچسیں پیکٹس کی صورت میں نکالتے ہیں اور آئے دن ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ دوسرا ان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ بہت سستی ہوتی ہیں اور ہر کوئی بڑے آرام سے حاصل کر سکتا ہے۔ شعبہ جات کی تعداد ٹکٹ یا سکوں کے مقابلے میں ماچس میں زیادہ ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہے:-

اولمپک کھیل، جانور، پرندے، مچھلیاں، سمندری عجائبات، خلائی سفر، عمارتیں، پل، مقامات، عالمی مصنوعات، شخصیات، سائنسی ایجادات کی عام روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والی چیزیں ٹرانسپورٹ، عالمی جنگیں، ممالک کے جھنڈے، مذہبی تہوار، صدی کی تقریبات وغیرہ شامل ہیں۔ اسکے علاوہ بے شمار شعبے ہیں جو ہمیں ماچس جمع کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

فون کارڈز phone or tele cards

یہ مشغلہ آج کے جدید دور کا ہے۔ Tele card کا جدید سسٹم پاکستان کے علاوہ یورپ، امریکہ، ایشیا کے چند ممالک روس آسٹریلیا میں رائج ہے۔ یہ بھی معلومات کا ایک جدید ذریعہ ہے۔ اب Tele card بھی مختلف ڈیزائن اور موضوعات پر آ گئے ہیں۔ جن میں کھیل، جانور، شخصیات، مقامات، سائنس کے شعبہ جات شامل ہیں۔ اس مشغلے کو ان topic کے مطابق ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ ان مشہور مشاغل کے علاوہ اور بھی کئی مشاغل ہیں جیسے بٹن pen, key chain، پوسٹر، کیسٹ، گھڑیاں، نقشے، کاروں اور ہوائی جہازوں کے ماڈل، گڑیاں وغیرہ۔ ان مشاغل کی اپنی جگہ اہمیت ہے۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(مکرم شکیل احمد ثاقب صاحب)

میں لکڑیاں لاؤں گا

ایک سفر کے دوران کھانا تیار کرنے کا وقت آیا تو مختلف صحابہؓ نے اپنے اپنے کام بانٹ لئے۔ کسی نے بکری ذبح کرنے کا، کسی نے پکانے کا۔ حضور ﷺ نے جنگل سے لکڑیاں اکٹھا کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کام بھی ہم کرلیں گے تو آپؐ نے فرمایا: میں جانتا ہوں تم یہ کام بھی کرسکتے ہو مگر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں خود کو تم سے ممتاز کروں اور الگ رکھوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ہمراہیوں سے ممتاز بنتا ہے۔ (شرح المواہب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 265)

پوری بات سنی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ مدینہ کی ایک عورت، جس کی عقل میں کچھ فتور تھا، حضور کے پاس آئی اور عرض کیا کہ مجھے آپؐ سے کچھ کام ہے لیکن میں آپؐ سے ان لوگوں کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتی میرے ساتھ آکر میری بات علیحدگی میں سنیں۔ حضور ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ اے ام فلاں! تو مدینہ کے راستوں میں سے جس راستہ میں چاہے میں وہاں تیرے ساتھ جاؤں گا وہاں بیٹھ کر تیری بات سنوں گا اور جب تک تیری بات سن کر تیری ضرورت پوری نہ کردوں وہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں حضور ﷺ کی بات سن کر وہ بیٹھ گئی پھر جب تک اس کی بات سن کر اس کا کام نہیں کردیا حضور ﷺ وہیں بیٹھے رہے۔ (الشفاء۔ قاضی عیاض باب تواضع)

انکساری کی انتہاء

آنحضرت ﷺ جب دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے وہ دن آپ کے لئے بہت خوشی اور مسرت اور عظمت کے اظہار کا دن تھا، مگر حضور ﷺ خدا کے ان فضلوں کے اظہار پر خدا کی راہ میں بچھے جاتے تھے۔ خدا نے جتنا بلند کیا آپ انکساری میں اور بڑھتے جارہے تھے یہاں تک کہ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا سر جھکتے جھکتے اونٹ کے کجاوے سے جالگا اور آپؐ اللہ کے نشانوں پر اس کی حمد وثناء میں مشغول تھے۔

(سیرۃ ابن ہشام باب وصول النبی الی ذی طوی جلد 2 صفحہ 405)

گھر میں کام

حضور اکرم ﷺ گھر کے جو کام کرتے تھے ان کا نقشہ حضرت عائشہؓ نے اس طرح کھینچا ہے کہ حضور اپنی جوتی خود مرمت کرلیتے تھے اور اپنا کپڑا سی لیا کرتے تھے۔ دوسری روایات میں ہے کہ آپ اپنے کپڑے صاف کرلیتے، ان کو پیوند لگاتے، بکری کا دودھ دوہتے، اونٹ باندھتے، ان کے آگے چارہ ڈالتے اور بازار سے سودا سلف لے آتے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 121۔ الشفاء باب تواضع)

سامان خود اٹھایا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بازار گیا جہاں سے حضور ﷺ نے کچھ کپڑے خریدے اور پھر آپؐ کے ساتھ جو خزانچی تھا اسے فرمایا کہ اس دکاندار کو ان کپڑوں کی قیمت ادا کردو اور ہاں

نسیم دعوت

(مکرم عبدالحق بدر صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تصنیف لطیف، روحانی خزائن جلد نمبر ۱۹ میں ہے۔ اس کے کل ۱۰۴ صفحات ہیں۔

سنِ تصنیف

یہ کتاب ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء کو ایک ہفتہ کے اندر اندر تصنیف و طبع ہو کر شائع ہوئی۔ کچھ ماہ بعد اس کا انگریزی ایڈیشن بھی شائع کیا گیا۔

وجہ تصنیف

اوائل ۱۹۰۳ء میں قادیان کے بعض نو مبائع دوستوں نے محض ہمدردی اور خیر خواہی کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشورہ کیے بغیر ''آریہ سماج اور قادیان کا مقابلہ'' کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں نہایت تہذیب اور متانت اور شائستگی سے آریوں اور ہندوؤں اور سکھ اصحاب کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ دعا اور مباہلہ یا ایک مذہبی کانفرنس کے ذریعہ سے اپنے اپنے مذہب کی صداقت کا اظہار کریں۔ ۸ فروری کو آریہ سماج نے اس اشتہار کے جواب میں ایک اشتہار نہایت گندہ اور گالیوں سے بھرا ہوا شائع کیا۔ اس اشتہار میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کی نسبت اعتراضات کے پیرایہ میں توہین و تحقیر کے سخت الفاظ لکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے معزز احباب کی نسبت زبان درازی کی جن کا نمونہ حضرت اقدس علیہ السلام نے نسیم دعوت میں دے دیا ہے۔ ان کے سخت الفاظ اور گندی گالیوں کو دیکھتے ہوئے آپ کا دل تو یہی چاہتا تھا کہ ایسے گندہ دہن لوگوں سے خطاب نہ کیا جائے مگر وحی خاص سے آپ کو اس کا جواب لکھنے کے لیے حکم دیا گیا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ نے اپنی وحی خاص سے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اس تحریر کا جواب لکھ اور میں جواب دینے میں تیرے ساتھ ہوں تب مجھے اس مبشر وحی سے بڑی خوشی پہنچی کہ جواب دینے میں میں اکیلا نہیں۔ سو میں اپنے خدا سے قوت پا کر اٹھا اور اس کی تائید سے میں نے یہی چاہا کہ ان تمام گالیوں کو..... نظر انداز کر کے نرمی سے جواب لکھوں اور پھر یہ کاروبار خدا تعالیٰ کے سپرد کر دوں''۔ (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۶۴ نسیم دعوت)

مضامین کتاب

نسیم دعوت اپنے عالی مضامین اور جدید طرز بیان کی وجہ سے بجائے خود ایک معجزہ تھا جس کی تصنیف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی خاص تائید اور نصرت فرمائی۔

آریہ صاحبوں نے اپنے اشتہار میں سب سے بڑا اعتراض یہ اٹھایا تھا کہ ان نو مبائع کا بیعت کرنا اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک وہ اول چاروں وید نہ پڑھتے، پھر آریہ دھرم کا اپنے مذہب سے مقابلہ کرتے۔ حضور علیہ السلام نے اس اعتراض کا مدلل و مسکت اور الزامی جواب دیتے ہوئے اس امر پر روشنی ڈالی کہ تبدیلی مذہب کے لیے صرف تین باتوں کا دیکھنا ضروری ہے۔

اول: یہ کہ اس مذہب میں خدا کی نسبت کیا تعلیم ہے یعنی اس کی توحید، قدرت، علم، کمال اور عظمت، سزا اور رحمت اور دیگر لوازم اور خواص الوہیت کی نسبت کیا بیان ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 37

ذہنی صحت کو بہتر بنائیں

(مکرم انتصار احمد ازکی صاحب۔ اسلام آباد)

کامیاب زندگی کون نہیں گزارنا چاہتا مگر کیا صرف یہ کہہ دینے سے زندگی کامیاب گزر جائے گی کہ "میں کامیاب زندگی گزارنا چاہتا ہوں"۔ کامیاب زندگی کے لئے جسمانی صحت کی طرح صحت مند دماغ بھی ضروری ہے لیکن یہ قطعی ضروری نہیں کہ جسمانی صحت رکھنے والا ہر فرد ذہنی طور پر بھی توانا ہو کیونکہ ذہنی صحت کے لئے بھی اسی طرح توجہ کی ضرورت ہے جس طرح جسمانی صحت کے لئے، بلکہ ایسی صورتوں میں جب ذہن پر اثر انداز ہونے والے عوامل بالواسطہ طور پر کام کرتے رہتے ہیں تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ ذہنی صحت کی طرف توجہ دی جائے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ جسمانی صحت کی طرح دماغ پر مرتب ہونے والے اثرات اس انداز سے ظاہر نہیں ہوتے کہ توجہ پائیں جس کی وجہ سے انسان ذہنی صحت سے لاتعلق سا رہتا ہے۔ جسمانی صحت کی طرح ماہرین نے ذہنی صحت پر بھی خصوصی تحقیق کی ہے اور ہر صنف، عمر اور ماحول سے تعلق رکھنے والوں کے لئے رہنمائی مہیا کی ہے۔

صحت مند ذہن کی علامات

ماہرین کا کہنا ہے کہ اچھی یادداشت، تخلیقی صلاحیتیں، فوری اور مناسب ردعمل ذہنی صحت کی عکاسی کرتے ہیں۔ حالات سے گھبرانے والے ذہنی طور پر صحت مند نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ حالات کے جبر اور ماحول کی سختیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ حالات کا مقابلہ کرنے والے جرأت مند اور ذہنی طور پر صحت مند بھی ہوتے ہیں۔

ذہنی صحت پر اثر انداز ہونے والے عوامل

دماغی صلاحیتوں پر اثر انداز ہونے والا سب سے نمایاں عامل "ماحول" ہے۔ ذہنی دباؤ، انتشار، ڈیپریشن اور دیگر عوارض کا سبب اردگرد کے حالات ہی بنتے ہیں۔ محرومیاں، ناآسودگیاں، اپنے دکھ، زمانے کے غم یہ سب ہی ذہن پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

ذہنی صحت کو بہتر بنانا

اگرچہ مختلف افراد کی ذہنی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں، لیکن ذیل میں کچھ ایسی باتیں دی گئی ہیں جن پر عمل ہر فرد کے لئے بہتری کا باعث بن سکتا ہے۔

غذا

جسمانی صحت سے غذا کا تعلق تو سب ہی جانتے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ غذا ذہنی صلاحیتوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ ماہرین کے مطابق غذائی اشیاء ذہنی قوتوں کو فعال بنانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق صبح ناشتہ نہ کرکے جانے والے بچے اسکول کے آخری گھنٹوں میں مضمحل اور تعلیم سے عدم دلچسپی کا شکار ہو جاتے ہیں (ممکن ہے ایسا بھوک کی وجہ سے بھی ہو)۔ غذا سے ہمیں ایسے اجزاء اور وٹامنز ملتے ہیں جو جسمانی توانائی کے ساتھ دماغی قوت بھی فراہم کرتے ہیں یا اس کا ذریعہ بنتے ہیں، کیونکہ وٹامنز ہی کی

کی تھکن پیدا کرنے کے علاوہ اعصابی کمزوری اور مختلف نفسیاتی عوارض کا سبب بھی بنتی ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ دماغ کے لئے یہ تمام تر ضروری اجزاءغذا سے ہی حاصل ہوتے ہیں لہذا ''غذائی توازن'' دماغی صحت کے لئے بھی اہمیت رکھتا ہے۔''متوازن غذا'' کا انتخاب ہر فرد کی جسمانی ساخت، اس کی روزمرہ کی مصروفیات اور دیگر مشاغل کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔

ورزش

جسمانی صحت کی طرح دماغ کی متاثر کن کارکردگی کے لئے ورزش بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔اکثر خدام ورزش کی اصل اہمیت اور افادیت نہیں جانتے۔اس کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ خدام کی بڑی تعداد ورزش کرتی ہی نہیں۔اگرچہ کچھ لوگ ڈاکٹری ہدایت کے مطابق مختلف امراض سے نجات کے لئے ورزش کرتے ہیں مگر بہتری محسوس ہوتے ہی اسے ترک کردیتے ہیں۔باقاعدہ ورزش دماغی صحت کو یقینی بھی بناتی ہے اور اسے فعال بھی رکھتی ہے۔اسی طرح ورزش اگر باقاعدہ طور پر کی جائے تو مایوسی، افسردگی اور ذہنی دباؤ سے نجات ملتی ہے،ذہانت میں اضافہ ہوتا ہے،یادداشت بہتر ہوتی ہے۔نیز فرد کی اہلیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ورزش کرنے والے افراد حالات کے جبر کے اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔ایسے لوگ جسمانی طور پر مستعد ہونے کے علاوہ ذہنی طور پر بھی فعال رہتے ہیں۔دن بھر کی انتھک مصروفیات کے بعد چہل قدمی ،پیراکی، ہواخوری یا سائیکلنگ وغیرہ تھکاوٹ دور کرکے ذہن کو پرسکون بناتی ہیں۔ورزش کا ایک بنیادی اور اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے جسم کا تمام نظام توازن میں آجاتا ہے اور آدمی مختلف جسمانی خرابیوں کے منفی امکانات سے محفوظ رہتا ہے۔ڈپریشن نئے عہد کا سنگین ترین مسئلہ ہے۔روزانہ مناسب انداز میں چہل قدمی یا جاگنگ ڈپریشن سے نجات دلاتی ہے۔دماغ کو بھی جسم کے دیگر اعضاء کی طرح آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے اور خون دماغ کو آکسیجن کے ساتھ دیگر ضروری اجزاءفراہم کرتا ہے۔نیز مضر مادوں کو جذب کرکے جسم سے خارج کرتا ہے۔ورزش سے دورانِ خون میں تیزی آتی ہے اور یہ تیزی دماغ کو بھی آکسیجن کی اضافی مقدار پہنچاتی ہے۔لہذا ہر عمر اور ہر صنف کے افراد کو ورزش کرنی چاہیے۔باغبانی جیسے مشاغل بھی ورزش کے ذیل میں آتے ہیں۔یہ ورزش کے ساتھ ذہنی صلاحیتوں کی آزمائش بھی ہے۔

نیند

نیند ہر انسان کی ضرورت ہے۔بھرپور اور پرسکون نیند جسم اور ذہن کی توانائیاں بحال کرتی ہے۔''بے آرام نیند'' کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں مثلاً ذہنی پریشانی، دیر تک جگانے والی مصروفیات، بے سکون ماحول اور غیر آرام دہ بستر وغیرہ۔

ان عوامل کی صورت میں بیدار ہونے کے بعد اکثر تھکن غالب رہتی ہے۔پھر نشہ آور اشیاء کا استعمال اور کیفین آمیز مشروبات بھی نیند پر اثر انداز ہوتے ہیں۔لہذا بہت کم سونا یا وقت کا لحاظ کئے بغیر سونا، دونوں ہی نامناسب ہیں۔رات کی نیند خاص اہمیت رکھتی ہے اور دن بھر سونے کے باوجود بھی رات کی نیند کی تلافی ممکن نہیں ہوتی۔دماغی

صلاحیتوں کو توانا اور فعال رکھنے کے لئے مناسب نیند بہت ضروری ہے۔ لہذا اگر آپ ذہنی طور پر صحت مند رہنا چاہتے ہیں تو اس سلسلے میں ایک اہم اصول یہ اپنائیں کہ دن بھر کی مصروفیات کے بعد جب بستر پر جائیں تو کسی خلل کے بغیر نیند یقینی ہو، تاکہ صبح جب بیدار ہوں تو ذہن وجسم کی توانائی نئے دن کی مصروفیات کے لئے بحال ہو چکی ہو۔

خوشگوار ماحول

ماحول انسان پر بہت اثر انداز ہوتا ہے۔ گھٹے گھٹے، آلودہ اور بوجھل ماحول سے ذہن بھی بوجھل ہو جاتا ہے۔ ایسی جگہیں جہاں تازہ ہوا کا گزر نہ ہو انسانی صحت کے لئے سخت نقصان دہ ہوتی ہیں۔ لہذا اپنا ماحول غیر آلودہ اور خوشگوار رکھیں۔ اپنے گھر میں ہوا اور قدرتی روشنی کا گزر یقینی بنائیں۔ اسی طرح اردگرد کا ماحول ممکنہ حد تک دلکش اور بہتر رکھیں۔ دکھ، ناکامیاں اور مصائب زندگی کا لازمہ ہیں۔ لہذا ان سے نجات کے لئے ذہنی اور جسمانی طور پر صحت مند رہیے۔

مثبت انداز فکر

دماغ جسم کا وہ حصہ ہے جو تمام جسمانی افعال کنٹرول کرتا ہے، لیکن یہ اسی انداز سے کام کرتا ہے جس انداز سے ہم چاہتے ہیں۔ یہ ہمارا حکم بھی مانتا ہے اور ترغیبات کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔ خود ترغیبی کم حوصلہ افراد کو جرأتمند بنا سکتی ہے اور ارادوں پر عمل کی راہ ہموار کرتی ہے۔ لہذا خود ترغیبی کا یہ عمل مثبت، دوٹوک اور ٹھوس رکھیں۔ اس سلسلے میں مثبت انداز فکر بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ تمام مفکرین اور ماہرین نفسیات کے مطابق کامیاب زندگی کے لئے مثبت انداز فکر لازمی ہے کیونکہ مثبت سوچ ہی انسان کو پرامید اور پرسکون رکھتی ہے۔ اگر آپ ذہنی طور پر صحت مند رہنا چاہتے ہیں تو یاد رکھیں کہ مثبت انداز فکر کے بغیر ایسا ممکن نہیں۔

سگریٹ نوشی سے پرہیز

سگریٹ نوشی کو اگرچہ ہمارے معاشرے میں بدعات میں شمار نہیں کیا جاتا، لیکن اس کی حوصلہ افزائی بھی کوئی نہیں کرتا (سوائے ان کمپنیوں کے جو اپنے پیٹ کا ایندھن پورا کرنے کے لئے آگ اور زہر بیچ رہے ہیں)۔ سگریٹ نوشی ایک زہر ہی ہے جو جسم کے ساتھ ساتھ ذہن کو بھی مفلوج کر کے رکھ دیتی ہے اور جیسے دیمک کی طرح اندر ہی اندر جسم کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ اسی طرح یہ ہمارے دماغ اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بھی بالکل ختم کر دیتی ہے۔ لہذا صحت مند دماغ کے لئے سگریٹ سے گریز ایک اہم شرط ہے۔

ادویات کے استعمال سے پرہیز

منتشر ذہن کو پرسکون بنانے والی ہر قسم کی ادویات اگرچہ بازار میں باآسانی میسر ہیں، لیکن اہم بات یہ ہے کہ ذہنی سکون کے لئے ادویات کا استعمال کبھی بھی مناسب نہیں سمجھا گیا۔ ماہرین کے مطابق بیشتر ادویات مرکزی اعصابی نظام پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ان کے ذیلی اثرات کم وبیش یکساں ہیں۔ لہذا ان کا استعمال (خصوصاً اپنے طور پر) انتہائی نامناسب ہے۔ آج کل کی افراتفری کے حالات میں اگر یہ مان لیا جائے کہ موجودہ دور میں انتہائی نامساعد حالات کا سامنا ہے تو بھی ان سکون بخش ادویات کے استعمال کی

سفارش نہیں کی جاسکتی۔ دراصل ان ادویات کے استعمال سے عارضی طور پر سکون تو ملتا ہے لیکن مسائل حل نہیں ہوتے۔ لہذا ذہنی سکون کے لئے ماہرین آپ کو متبادل ذرائع اپنانے کا مشورہ دیتے ہی۔ مثلاً ہم خیال دوستوں سے گپ شپ، سماجی خدمات اور مطالعہ وغیرہ ذہنی سکون فراہم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کھلی فضا میں سیر، ایکوریم میں تیرتی مچھلیوں کا مشاہدہ، پھولدار پودوں کی افزائش میں دلچسپی ایسے مشاغل ہیں جو نہ صرف آپ کو مصروف رکھتے ہیں بلکہ ذہنی سکون بھی بخشتے ہیں۔ ذہنی صحت یقینی بنانے کے لئے یہ بات یادرکھیں کہ آپ کو سکون بخش ادویات سے دور رہنا اور اپنی سہولت کے لحاظ سے ایسا مشغلہ اپنانا ہے جو آپ کو ذہنی سکون مہیا کرے۔

ذہن کا استعمال

ماہرین کا کہنا ہے کہ ذہن کا استعمال ذہن کو صحت مند رکھتا ہے۔ وگرنہ جس طرح کاہلی اور بے عملی جسمانی ساخت کو بے ڈول بنادیتی ہے۔ اسی طرح دماغ کا عدم استعمال بھی نقصان دہ ہے۔ دماغ کے استعمال کے بارے میں تو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ اسے استعمال کریں، ورنہ آپ اسے گنوادیں گے۔ ذہنی طور پر صحت مند لوگوں کے مشاغل ان کے ذہن کے صحت مند ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ لوگ عام حالات میں بھی ایسے مشاغل اپناتے ہیں جو ایک طرح سے چیلنج ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی نئی زبان سیکھنا، ذہانت کی آزمائش، معمے حل کرنا، ایسے کھیل کھیلنا جن میں ذہانت اور یادداشت آزمائی جارہی ہو۔ یہ لوگ ایسے کھیلوں میں دلچسپی لیتے ہیں جن میں اصولوں کی پابندی کرنی پڑتی ہو۔ اس اعتبار سے آپ نوجوانوں کے لئے پہلا اصول یہ ہوا کہ آپ اپنی روزمرہ مصروفیات کے ساتھ تفریحی طور پر ایسے مشاغل اپنائیں جن میں ذہن کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہو۔ آپ جب بھی باقاعدہ طور پر ایسا کوئی مشغلہ اپنائیں گے جلد ہی اس کے حیران کن نتائج سامنے آئیں گے۔ جدید ایجادات اور عالمگیر تبدیلیوں نے مقابلہ بہت سخت کردیا ہے اور اب تو اہلیتوں کے ساتھ اس چیز کا بھی مقابلہ ہوتا ہے کہ فرد اپنی ذہنی صلاحیتوں کا کس قدر غیر معمولی اظہار کرسکتا ہے۔ یادرکھیں کہ مقابلے کی فضا میں وہی لوگ قابل رشک کامیابیاں حاصل کرتے ہیں جو پُراعتماد اور ذہنی لحاظ سے چاک وچوبند ہوں، فوری طور پر فیصلے کرنے کی خوبی رکھتے ہوں اور جنہیں اپنی صلاحیتوں کے برملا اظہار کا ڈھنگ آتا ہو۔ الغرض کامیابی کے لئے عمومی صحت کے ساتھ دماغی صحت بھی ضروری ہے۔ آج کے دور میں صلاحیتوں کی ''مقدار'' سے زیادہ ان کے ''معیار'' اور ''اظہار'' کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کامیاب اور خوشگوار زندگی بسر کرنے کے خواہاں ہیں تو اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بھرپور انداز سے کام میں لانے کا ڈھنگ سیکھیں۔ یہ بات یادرکھیں کہ ذہنی صلاحیتوں کا موثر استعمال اسی وقت ممکن ہے جب آپ ذہنی طور پر اس کے لئے آمادہ ہوں گے۔ یہ آمادگی آپ سے بھرپور توجہ، مستقل مزاجی، کام سے لگن اور محنت چاہتی ہے۔ امید ہے آپ اپنے ذہن کی صحت کی طرف بھرپور توجہ دیں گے اور ایک مثالی خادم بن کر ابھریں گے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ (آمین)

☆ ☆ ☆

مجلس عرفان

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: قرآن کریم میں جن نعماء جنت کا ذکر کیا گیا ہے اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: قرآن کریم سے واضح طور پر یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کی جو تفصیل بیان کی ہے وہ صرف تمثیلی ہے۔ چونکہ انسان کی پسند اور ناپسند کی بنیاد اس کے سابقہ تجربات پر مبنی ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے وہی زبان استعمال کی ہے جس کو سمجھنے کی ہم پوری قابلیت رکھتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا ہے کہ جنت کا شہد، دودھ اور شراب اس دنیاوی شہد، دودھ اور شراب سے مختلف خاصیتوں کے حامل ہوں گے۔ مثلاً جنت کی شراب میں کوئی نشہ نہیں ہوگا اور جنت کا دودھ خراب نہیں ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ

فرمایا:- علاوہ ازیں اس دنیا میں انسان کو پانچ حسیں (senses) عطا کی گئی ہیں، جن کے ذریعہ ہم اس مادی دنیا کی نعمتوں کا لطف اٹھاتے ہیں لیکن مرنے کے بعد ہمارا یہ جسم نہیں ہوگا۔ ہماری روح کی شکل مختلف ہوگی۔ لہذا اس کی حسیات کا دائرہ عمل بھی وسیع ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہاں پر انسان کو جو جسم ملے اس کی Senses پانچ سے زیادہ ہوں۔ جس طرح ایک پیدائشی اندھے کے لیے روشنی اور خوبصورت نظاروں کا تصور کرنا اور ایک پیدائشی بہرے کے لیے آواز کا تصور کرنا ممکن نہیں اسی طرح انسان کے لیے جنت کا تصور کرنا ممکن نہیں تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کو اس دنیا میں پائی جانے والی نعمتوں سے تشبیہ دے کر ہمارے لیے جنت کی حقیقت کو سمجھنا آسان بنا دیا ہے۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

جواب: فرمایا۔ میرے خیال میں یہ پیشگوئی صرف اپنے لفظی معنوں میں ہی نہیں بلکہ تمثیلی معنوں میں بھی پوری ہوگی اور اس پیشگوئی کا تعلق اس دُور افتادہ زمانے سے ہے جس وقت احمدیت دنیا کے ایک بہت بڑے حصے کا عقیدہ بن جائے گی۔ اس وقت تک دنیا سے ہر وہ چیز جس کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کا کسی طور پر تعلق تھا ختم ہو چکی ہوگی اور سوائے آپ کے کپڑوں کے کوئی اور ذریعہ آپ سے برکت حاصل کرنے کا نہیں رہ جائے گا۔ رفقائے کرام اور ایسے تمام لوگ جن کا آپ کے ساتھ براہ راست تعلق تھا یا جن کی آپ نے تربیت کی تھی ختم ہو چکے ہوں گے۔ آپ کے اس الہام کی وجہ سے آپ کے کپڑے محفوظ رکھے گئے، لیکن ان کپڑوں کو آپ کے رفقائے کرام اور ساتھیوں پر فوقیت حاصل نہیں۔ فرمایا۔ مجھ سے پہلے دوسروں نے اس پیش گوئی کا صرف لفظی معنوں میں پورا ہونا ہی مراد لیا ہے، لیکن میری اپنی ذاتی رائے میں اس پیش گوئی کے الفاظ "ڈھونڈیں گے" میں ایک قسم کی محرومی کا احساس پایا جاتا ہے، جس کا اظہار حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ایک فارسی شعر میں بھی کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

فرمایا: یہ شعر بھی اس وقت کے متعلق ہے جبکہ لوگ اور کچھ نہ پا کر کپڑوں سے برکت تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

یہ زمانہ بہت بعد میں آئے گا۔

سوال: بالعموم لوگ اچھی باتوں کی نسبت بری باتوں سے زیادہ کیوں متاثر ہوتے ہیں؟

جواب: فرمایا، درحقیقت جہاں اچھائی اوپر کی طرف جانے کی کوشش کا نام ہے وہاں برائی نیچے آنے سے بچنے کی کوشش نہ کرنے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ترقی کی طرف گامزن ہونے کی خواہش نظریاتی طور پر انسان میں رکھی ہے۔ وہ محنت ومشقت کے ذریعے اعلیٰ وارفع مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہتا ہے، لیکن اس ترقی کے جذبے کے باوجود انسان میں آرام کی زندگی بسر کرنے کی خواہش زیادہ غالب ہوتی ہے۔ اس لیے انسانوں کی زیادہ تعداد شاہانہ زندگی کو پسند کرتی ہے۔ قرآن کریم کے مطابق انسان کے سامنے دو مختلف راستے رکھے گئے ہیں، لیکن انسان محنت ومشقت والے راستے کو اختیار کرکے ترقی کرنا پسند نہیں کرتا۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے۔ اب بچوں کو دیکھ لیں۔ وہ بری عادتیں بہت جلد سیکھ لیتے ہیں، لیکن اچھی عادتیں سکھانے کے لیے ماں باپ کو بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ یہی حال عام انسانوں کا ہے۔ لیکن اس کے برعکس بعض اوقات برے ماحول میں پل کر نیکی کرنے کی خواہش ابھرتی ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ میں بت پرستانہ ماحول میں پل کر خدائے واحد کے نام کو بلند کرنے کی خواہش اس زور سے ابھری کہ کوئی رکاوٹ ان کے راستے کو روک نہ سکی۔ نبوت کا ظہور سچائی کی فتح کا یقین دلاتا ہے۔ بالکل اندھیروں میں سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے لیے سہولت اور آسائی کے تمام راستے مسدود کردیے جاتے ہیں، لیکن اس کے باوجود آہستہ آہستہ وہ تاریکی روشنی سے بدلنے لگتی ہے۔ لوگ بلندی کی طرف قدم مارنا شروع کردیتے ہیں۔ ان کے راستے میں ہر قسم کی رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں۔ بعض اوقات معمولی سے معمولی اور آسان سے آسان نیکی کے کام کو مشکل ترین بنادیا جاتا ہے۔ جس طرح آج کل پاکستان میں احمدیوں کے لیے کلمہ شہادت کا پڑھنا مشکل ترین امر بنادیا گیا ہے جو کہ حقیقت میں آسان ترین کام ہے، لیکن نیک لوگ ہمت نہیں ہارتے اور ہمہ تن نیکی میں مشغول رہتے ہیں، یہاں تک کہ نیکی برائی کو بالکل دبا دیتی ہے اور نیکی چھا جاتی ہے۔ اندھیرے ختم ہوجاتے ہیں اور اس شدت سے ترقی کی منازل طے کرتی ہے کہ پچھلے تمام ریکارڈ ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح احمدیت یعنی حقیقی (دین حق) پھیلتی ہی چلے جائے گی، یہاں تک کہ وہ دنیا کے ایک بہت بڑے حصے کا مذہب ہوگا۔

سوال: آنحضرت ﷺ کے متعلق قرآن کریم میں جو امّی کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس کے کیا معنی ہیں جبکہ آپ ساری دنیا کو علم وحکمت سکھانے کے لیے تشریف لائے؟

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک جگہ فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اور دوسری جگہ آنحضرت ﷺ کو امّی کہہ کر مخاطب فرماتا ہے۔ پہلی جگہ پر اللہ تعالیٰ اس وقت کی عرب قوم کی حالت کو بیان فرماتا ہے کہ تمام قوم علم سے ناآشنا تھی جبکہ ان کے اردگرد کے ملکوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اقوام تھیں۔ اسی عرب قوم میں سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو چن لیتا ہے اور اسے تمام دنیا کا استاد بنا دیتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ موازنہ کررہا ہے، عرب کی اسلام سے پہلی حالت اور بعد کی حالت کا کہ کیا تم دیکھ نہیں سکتے کہ کیا معجزہ واقع ہوا ہے۔ تم میں سے ایک شخص جو تمہاری ہی طرح پڑھنے لکھنے کے علم سے نابلد تھا۔ اللہ تعالیٰ کی وحی حاصل کرنے کے بعد تمہیں دانائی اور حکمت کی باتیں سکھانے لگ گیا جو اس سے پہلے تم نے نہیں سنی تھیں اور صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کا استاد بن گیا۔

(مجالس عرفان و بحر عرفان۔ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی ولاہور)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں

اسد اللہ خاں غالبؔ

(مکرم میر انجم پرویز صاحب

غالبؔ اور اس کی شاعری سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے ارشادات کی پہلی قسط گذشتہ شمارہ "گولڈن جوبلی نمبر" میں شائع ہو چکی ہے۔ اب اس کی دوسری قسط میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات پیش خدمت ہیں:۔

آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

حضور انور ہومیو کلاس نمبر ۶۳ میں فرماتے ہیں:۔

"قیامت کے دن جب انسان کا کچا چٹھا بیان ہو رہا ہوگا کہ کیوں جہنم میں داخل کرنا واجب ہے۔ اس وقت یادداشت کا سارا اندرونی نظام متحرک ہوگا غالب نے تو کہا تھا:۔

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

فرشتے اعمال نامہ لکھ رہے ہیں۔ انسان نے تو گواہ تیار کر رکھے ہیں۔ فرشتے تو صرف اس نظام کے ذمہ دار ہیں، ورنہ تو انسانی اعضاء اس تفصیل سے ساری باتیں بیان کریں گے کہ انسان کہے گا کہ عجیب نظام ہے۔ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی نہیں چھوڑتا"۔

حضرت صاحب نے فرمایا:۔

"اس آیت سے میرے دماغ میں ہومیوپیتھی نظام کا فلسفہ پہلی بار ابھرا۔ جو واقعہ ایک بار ہو گیا اس کو مٹا نہیں سکتے۔ نقوش مٹ سکتے ہیں لیکن ان کی یاد نہیں مٹ سکتی۔ یہی یاد کا نظام قیامت کے دن پیش ہوگا"۔

(روزنامہ "الفضل" ۱۵ اپریل ۱۹۹۵ء)

ڈھونڈے ہے اس مغنّی آتش نفس کو جی

حضور فرماتے ہیں:۔

"لیک ڈیف کے مریض میں غم کا احساس بھی پایا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں موت کی خواہش بڑھ جاتی ہے اور مریض ایسا طریقہ ڈھونڈتا ہے، جس میں سب سے زیادہ آسانی سے موت واقع ہو۔ ایسا مریض متشدد نہیں ہوتا۔ اس کی اداسی میں نرمی پائی جاتی ہے اور وہ موت میں بھی آسانی ڈھونڈتا ہے کہ مرتے ہوئے زیادہ تکلیف نہ ہو۔ مشہور شاعر غالب بھی لیک ڈیف کا مریض معلوم ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے۔

ڈھونڈے ہے اس مغنّی آتش نفس کو جی
جس کی صدا ہو جلوۂ برقِ فنا مجھے

یعنی دل ایسے مغنی (گانے والے) کو ڈھونڈ رہا ہے، جس کی آواز میں ایسا سوز ہو جس سے فنا کی بجلی چمکے اور انسان آناً فاناً بغیر تکلیف کے احساس کے مر جائے۔ یہ تو مرنے کا بہت عمدہ طریقہ ہے لیکن افسوس! اسے کوئی ایسا مغنی نہیں ملا"۔

(ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل زیر دوا لیک ڈیف

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو

''ٹیوبر کولینم میں مریض جہاں بھی ہو وہاں سے کہیں اور جانا چاہتا ہے۔ شعراء میں بعض دفعہ رومانوی طور پر ایک آرزو سی دل میں اٹھتی ہے کہ دنیا سے دور کہیں چلے جائیں۔

حضور ہومیو پیتھک کلاس ۶۴ میں فرماتے ہیں:-

''دنیا سے دوری کا احساس ہو، غالب نے کہا تھا کہ

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور راز داں کوئی نہ ہو

حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ:-

''اگر غالب کو دس ہزار کی طاقت میں ٹیوبر کولینم دے دی جاتی تو وہ ایسے شعر نہ کہتا''۔

(روزنامہ ''الفضل'' ۲۵ اپریل ۱۹۹۵ء)

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

حضور ہومیو پیتھک کلاس نمبر ۸۲ میں لیکسز کے مریضوں کے متعلق فرماتے ہیں:-

''وہ سمجھتے ہیں کہ بیوی نے بہن یا ماں نے جو دوا دی ہے اس میں بھی زہر ملا دیا ہوگا اور شکی مزاج بہت ہو جاتا ہے۔ ہائیوسمس بھی اس معاملے میں بہت نمایاں ہے۔ اگر کوئی مریض دوا نہ استعمال کرے ڈر کے مارے کہ اس میں کچھ ملا دیا ہوگا تو اس کو یہ دوا ملنی چاہیے''۔

پھر حضرت صاحب مزاح کا رنگ بھرتے ہوئے ہائیوسمس کے متعلق فرماتے ہیں۔

''میرا خیال ہے کہ غالب کو بھی ملنی چاہیے تھی۔ کیوں؟ کیا وجہ؟ کسی کو یاد ہے؟

مجھ تک کب اس کی بزم میں آتا تھا دورِ جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

اگر اس کی شراب میں ہائیوسمس ملا دیا جاتا تو ٹھیک ہو جاتا''۔ (الفضل ۴ جنوری ۱۹۹۶ء)

کس کی حاجت روا کرے کوئی

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء کو ''پانچ بنیادی اخلاق'' کے موضوع پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا، جس میں چوتھا بنیادی خلق ''دوسروں کی تکلیف کا احساس اور اسے دور کرنا'' تھا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

''ہمارے ملکوں میں یعنی غریب ملکوں میں، تیسری دنیا کے ملکوں میں تو غریب اور امیر ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ہر روز ان کی گلیوں، ان کے بازاروں میں غربت تکلیف اٹھاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور محسوس ہوتی ہے۔ وہاں تو نہ صرف یہ کہ کام بہت آسان ہے کہ عملاً بچوں کو بچپن ہی سے لوگوں کی تکلیفیں دور کرنے کی عادت ڈالی جائے بلکہ مشکل بھی ہے کہ تکلیفیں اتنی ہیں کہ انسان کی حدِّ استطاعت سے بہت بڑھی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے ہی ملکوں کے متعلق غالباً ایسے ہی ماحول میں غالب نے یہ کہا تھا کہ:-

کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ حاجتیں پوری کرنا ہمارے بس سے بڑھ گیا ہے۔ اس لئے ہم حاجت پوری کرنا چھوڑ دیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کس کس کی کرے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ ہر ایک کی کرے''۔

(پانچ بنیادی اخلاق صفحہ ۱۶، ۱۷)

نظارے نے بھی کام کیاواں نقاب کا

بعض لوگ بزرگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہیں جو بے ادبی ہے ۔حضورانور اس بارے میں جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اس دیکھنے کے متعلق یہ بات پیش نظر رہیں کہ غالب کا ایک شعر جو مجھے بہت پسند ہے اور وہ اس مضمون کو بہت عمدگی سے بیان کررہا ہے وہ یہ ہے:۔

نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

پس صحابہ کی نگاہیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ پر مستی سے بکھر جایا کرتی تھیں اور اس سے آنحضورؐ نے کبھی منع نہیں فرمایا اور یہی حال حضرت مسیح موعودؑ کے (رفقاء) کا تھا۔ چنانچہ مرزا ایوب بیگ صاحب یا دوسرے جن (رفقاء) کے ذکر میں آپ یہ بات پائیں گے وہ دیکھتے تو تھے مگر ایسے کہ دیکھتے بھی نہ ہوں یعنی نگاہیں ہر طرف پھیل جاتی تھیں۔بکھر جاتی تھیں اور کبھی ان (رفقاء) نے جرأت نہیں کی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھ کر دیکھیں۔ہاں یہ انداز تھا کہ دیکھ رہے ہیں نظر ملتے ہی دوسری طرف رخ کرلیا یا آنکھ پھیر لی تاکہ گستاخی نہ بنے''۔

(خطبہ جمعہ ۲۱ اگست ۱۹۹۸ء۔الفضل ۲۶ اکتوبر ۱۹۹۸ء)

تری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

محاورہ ''آب آب کرنا'' کی تشریح میں حضور نے فرمایا:۔

''غالب کہتا ہے۔

تری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

فرمایا اس میں غالب کی خاص خوبی کیا ہے؟ آنکھ کے پانی کو بھی آب کہتے ہیں اور تلوار کی تیزی کو بھی آب کہتے ہیں۔تم سے تمہاری آنکھوں میں جو آب آ گئی ہے وہ میرے دل کو چیر رہی ہے۔کہتا ہے۔

تیری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

کوئی دکھائے تو سہی ایسے آب۔صاحبزادی لمتہ الباسط صاحب نے حضور ایدہ اللہ کے استفسار پر ایک محاورہ ''آبدیدہ ہونا'' بتایا اسی حوالے سے حضور نے یہ شعر پڑھا اور مختصر تشریح فرمائی۔

دل میں اک ہوک اٹھی آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانیے کیا یاد آیا

پتہ نہیں کون سی چیز پرانے زمانے کی یاد آ گئی۔اس کو تو پتہ تھا مگر یہ ایک بیان کرنے کا طریقہ ہے۔کیا جانیے کا مطلب ہے کتنی غم والی بات ہوگی۔

بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانیے کیا یاد آیا

(روزنامہ الفضل ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء۔اردو کلاس)

مذکورہ بالا اردو کلاس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے غالب کا جو مصرع ارشاد فرمایا ہے۔اس کا پورا شعر یوں ہے۔

کرے ہے قتل لگاوٹ میں ترا رو دینا
تری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

اک آبلہ پا وادیٔ پُرخار میں آوے

آبلہ پا:حضور نے فرمایا بہت اچھا محاورہ ہے۔جو پاؤں کے نیچے چھالا بن جائے اس کو آبلہ کہتے ہیں۔

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یا رب!
اک آبلہ پا وادیٔ پُر خار میں آوے

فرمایا یہ غالب کا شعر ہے اور غالب کا کمال بھی دیکھیں کیسا اچھا شعر ہے۔کانٹے نوک والے ہوتے ہیں۔کوئی چیز سوکھ جائے تو نوک دار بن جاتی ہے۔کہتا ہے کانٹے خشکی کی وجہ سے سوکھے ہوئے ہیں۔ان کو پیاس بہت لگی ہوئی ہے۔پانی مانگ رہے ہیں۔

دیکھو پلڑا جھکا کر رکھنا اور ان کپڑوں کی قیمت سے زیادہ قیمت دینا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ پھر حضور ﷺ نے جو کپڑے خریدے تھے اٹھا لیے۔ میں نے چاہا کہ میں انہیں پکڑ لوں لیکن حضور ﷺ نے فرمایا نہیں رہنے دو۔ جس کی چیز ہو اس کو خود ہی اٹھانی چاہئے۔ (الشفاء۔ قاضی عیاض باب تواضعہ)

تعمیر مسجد قبا

مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی تھی جس کا نام ''قبا'' تھا۔ رسول کریم ﷺ کی ہجرت سے قبل کئی مہاجرین مکہ سے آ کر اس بستی میں ٹھہر گئے تھے۔ حضور ﷺ نے جب خود ہجرت فرمائی تو مدینہ جانے سے قبل اس بستی میں قیام فرمایا۔ یہاں آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک مسجد کی بنیاد ڈالی، جسے مسجد قبا کہتے ہیں۔ مسجد کی تعمیر میں آپ نے خود صحابہؓ کے ساتھ مزدوروں کی طرح حصہ لیا۔ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ قریب کی پتھریلی زمین سے پتھر جمع کر کے لاؤ۔ پتھر جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے خود ایک خط کھینچا اور خود اس پر پہلا پتھر رکھا۔ پھر بعض بزرگ صحابہؓ سے فرمایا اس کے ساتھ ایک ایک پتھر رکھو۔ پھر عام اعلان فرمایا کہ ہر شخص ایک ایک پتھر رکھے۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ خود بھاری پتھر اٹھا کر لاتے یہاں تک کہ جسم مبارک جھک جاتا۔ پیٹ پر مٹی نظر آتی۔ صحابہؓ عرض کرتے کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ یہ پتھر چھوڑ دیں ہم اٹھا لیں گے مگر آپ فرماتے نہیں تم ایسا ہی اور پتھر اٹھا لاؤ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 24 ص 318 مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ)

جنگ خندق

شوال 5 ھ میں کفار مکہ کی سرکردگی میں پندرہ ہزار کا لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ جس کی روک تھام کے لئے مدینہ کے غیر محفوظ حصہ کے سامنے خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا۔ حضور ﷺ نے خود اپنی نگرانی میں موقع پر نشان لگا کر پندرہ پندرہ فٹ کے ٹکڑوں کو دس دس صحابہ کے سپرد فرما دیا۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد 7 ص 397 از ابن حجر عسقلانی)

ان ٹولیوں نے اپنے کام کی تقسیم اس طرح کی کہ کچھ آدمی کھدائی کرتے تھے اور کچھ کھدی ہوئی مٹی اور پتھروں کو ٹوکریوں میں بھر کر کندھوں پر لاد کر باہر پھینکتے تھے۔ حضور ﷺ بیشتر وقت خندق کے پاس گزارتے اور بسا اوقات خود بھی صحابہؓ کے ساتھ مل کر کھدائی اور مٹی اٹھانے کا کام کرتے تھے اور ان کی طبائع میں شگفتگی قائم رکھنے کے لئے بعض اوقات آپ کام کرتے ہوئے شعر پڑھنے لگ جاتے، جس پر صحابہؓ بھی آپ کے ساتھ مل کر وہی شعر یا کوئی دوسرا شعر پڑھتے۔ ایک صحابی کی روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو ایسے وقت میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا کہ آپ کا جسم مبارک مٹی اور گرد و غبار سے بالکل اَٹا ہوا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق)

• • • • • • • • • • • • • • • • • • • •

اعلان ولادت

مورخہ 13 نومبر 2002ء کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم ڈاکٹر وقار منظور بسراء صاحب ڈائریکٹر طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ اینڈ ہاسپٹل کو ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کے بعد تیسری بیٹی سے نوازا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بچی کا نام ''لبینہ وقار'' عطا فرمایا ہے۔ نومولودہ وقف نو کی تحریک میں شامل ہے۔ بچی مکرم چوہدری منظور حسین بسراء صاحب لاہور کی پوتی اور مکرم محمد انور وہلہ صاحب لاہور کی نواسی ہے۔ اللہ تعالیٰ بچی کو نیک، خادمہ دین، باعمر اور والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یا رب!
اک آبلہ پا وادیٔ پُرخار میں آوے

اس کانٹوں والی وادی میں کسی آبلہ پا کو بھیج دے۔ان سے کانٹوں کی پیاس بجھے۔

اصل مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ خدا کے بندے، جو لوگوں کی خدمت کرتے ہیں، وہ اس طرح ان کی پیاس بجھاتے ہیں آپ تکلیف اٹھا کر۔ان کے قدموں سے لوگوں کی پیاس بجھتی ہے۔مگر قدم چھالوں والے قدم ہوتے ہیں۔بنی نوع انسان کی خاطر وہ خود تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔تب جا کر کانٹوں کی پیاس بجھتی ہے''۔

(روزنامہ''الفضل''۲۸اکتوبر ۱۹۹۸ء اردو کلاس)

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اِتراتا

حضور نے اردو کلاس کو مخاطب کر کے فرمایا:''اترانے کا کسی کو کوئی شعر یاد ہے''۔صاحبزادی فائزہ بیگم صاحبہ نے غالب کا درج ذیل شعر سنایا۔حضور نے بہت پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا''شاباش زندہ باد''۔وہ شعر یہ تھا

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

حضور نے اس شعر کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:۔

''بادشاہ کا استاد ذوق تھا۔اس کے متعلق کوئی نظم غالب نے لکھی۔اس میں اس کے کالے رنگ کی وجہ سے کچھ طنز تھی۔وہ بہت ناراض ہوا۔اُس نے جواباً بادشاہ سے غالب کی شکایت کی۔بادشاہ نے غالب سے شکوہ کیا۔اس کے جواب میں غالب نے یہ نظم لکھی۔دلی میں بہت مشہور ہوئی۔لوگ یہ نظم پڑھنے لگ گئے۔فقیر چوکوں پہ گاتے پھرتے تھے۔بہت پیاری نظم ہے''۔

(روزنامہ''الفضل''۲۰نومبر ۹۸ء)

تجھ کو ہو گر یقینِ اجابت دُعا نہ مانگ

حضور نے اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:۔

''تجھ کو ہو گر یقینِ اجابت دعا نہ مانگ
یعنی بغیر یک دلِ بے مدعا نہ مانگ

غالب کہتا ہے۔اجابت کے وقت یہ دعا مانگنا کہ ایسا دل دے جس کی کوئی دعا نہ ہو،کوئی خواہش نہ ہو۔

حضرت خلیفہ اوّل جب کشمیر میں ہوتے تھے ایک دفعہ آپ نے ایک فقیر کو دیکھا جو ایک لنگوٹی باندھے بیٹھا رہتا تھا۔ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّل نے دیکھا(یہ خلافت سے پہلے کا واقعہ ہے) کہ وہ خوشی سے چھلانگیں لگا رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ تم اپنی خوشی کا اظہار کر رہے ہو تمہیں کیا مل گیا ہے۔وہی لنگوٹی ہے، وہی تمہارا ننگا جسم۔کچھ کھانے کو نہیں۔اسی طرح ہو تم۔مزہ کیا آیا؟اس نے کہا حکیم صاحب!جس کی ساری مرادیں پوری ہو جائیں اسے مزہ کیوں نہ آئے۔انہوں نے اور بھی حیرت سے پوچھا۔بابا!تمہاری کونسی مراد پوری ہوئی۔اس نے جواب دیا۔یہی کہ اب میری کوئی مراد نہیں۔آج میری کوئی مراد نہیں رہی۔اب میں خوش ہوں۔مجھے سب کچھ مل گیا۔

کہتا ہے جب تک دل میں آرزوئیں ہوں۔اے اللہ!یہ بھی ملے وہ بھی ملے تو آرزوئیں تو جہنم بن جاتی ہیں۔یہ عقل کے خلاف نہیں بہت گہری بات ہے۔

خلاف فطرت ان معنوں میں ہے کہ کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔مگر بات بہت گہری ہے۔

(روزنامہ''الفضل''۲۲ستمبر۱۹۹۸ء)

باقی آئندہ

☆☆☆

قسط آخر

جماعت احمدیہ اور صحافت

(مکرم حافظ راشد جاوید صاحب)

بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنہیں خدائے ذوالعرش نے سلطان القلم کے لقب سے سرفراز فرمایا آپ اپنے دعویٰ سے قبل بھی لوگوں کی راہنمائی اور انہیں راہ حق دکھانے کے لئے اخبارات میں مضامین تحریر فرماتے تھے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ صحافت کی یہ ترقی دین حق کے غلبہ کے لئے ہی معرض وجود میں آرہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام باقاعدگی سے اخبارات کا مطالعہ بھی فرماتے تھے اس دور کے معروف اخبار "اخبار عام" کا آپ شوق سے مطالعہ فرماتے۔ کیونکہ یہ اس وقت کا سب سے بہتر اور معتدل پالیسی رکھنے والا اخبار تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دور میں جب کہ عیسائیت کی طرف سے (دین حق) پر ناپاک حملے ہورہے تھے مختلف اخبارات میں اپنے مضامین کے ذریعے ان حملوں کے دندان شکن جوابات دیتے۔ چنانچہ اس زمانے کا ایک معروف اخبار "منشور محمدی" تھا جسے 1872ء میں محمد شریف صاحب نے بنگلور سے جاری کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مضامین اس اخبار میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس بات کا ذکر اردو صحافت کے معروف مورخ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے اپنی کتاب ''صحافت پاکستان و ہند میں'' کے صفحہ 155 پر بھی کیا ہے وہ منشور محمدی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اس اخبار کا مقصد شمالی ہند میں عیسائیوں کے اخبار ''نورافشاں'' اور ''کوکب ہند'' دین اسلام کے خلاف جو زہر اگلتے تھے اس کا جواب دینا تھا اس اخبار کے مستقل مضمون نگاروں میں شیخ وحید بخش رئیس بٹالہ، مرزا غلام احمد (قادیان) اور مرزا موحد جالندھری اور محمد علی کانپوری بھی شامل تھے"۔ منشور محمدی میں حضرت مسیح موعودؑ کا سب سے پہلا مضمون 25 اگست 1872 کو شائع ہوا۔ براہین احمدیہ کی اشاعت پر بھی منشور محمدی نے زبردست خراج تحسین پیش کیا اور "جاء الحق وزھق الباطل" کے نام سے تبصرہ شائع کیا۔ منشور محمدی کے علاوہ بھی اس دور کے بعض اخبارات میں حضرت مسیح موعودؑ کے مضامین شائع ہوتے رہے۔

جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا اخبار الحکم تھا جو 8 اکتوبر 1897ء کو امرتسر سے شائع ہونا شروع ہوا۔ یہ 1898ء میں مرکز احمدیت قادیان منتقل ہوگیا۔ اس کے ایڈیٹر اس دور کے ایک معروف صحافی اور ایک عظیم قلمکار حضرت یعقوب علی صاحب تراب تھے۔ جو کہ ایک عرصہ سے اخبار کی ضرورت محسوس کررہے تھے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام اخبار کے اجراء کے متعلق درخواست پیش کی جس پر حضرت اقدس نے جواب دیا کہ "ہم کو اس بارے میں تجربہ نہیں۔ اخبار کی ضرورت تو ہے مگر ہماری جماعت غرباء کی جماعت ہے، مالی بوجھ برداشت نہیں کرسکتی۔ آپ اپنے تجربہ کی بنیاد پر جاری کرنا چاہتے ہیں تو کرلیں۔" (بحوالہ حیات احمد جلد 4 صفحہ 589)

یہ اخبار الحکم ہی تھا جس کی بدولت حضرت اقدس کے ملفوظات احباب جماعت تک پہنچنے کا اہتمام ہوگیا۔ نیز اس اخبار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر بزرگان سلسلہ کے گرانقدر مضامین بھی شائع ہونے لگے اور جماعت تک ایک روحانی مائدہ پہنچانے کا وسیلہ میسر آگیا۔

اس کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے 1934ء میں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا کہ "الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقعہ خدمت کا اسے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں بدر کو ملا وہ کروڑوں روپے خرچ کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔" (الحکم 14 جنوری 1934ء)

تقسیم ملک کے بعد 1951ء میں الحکم کی دوبارہ اشاعت کراچی سے شروع کی گئی لیکن کچھ عرصہ بعد یہ اخبار بند ہو گیا۔ بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں دوسرا جاری ہونے والا اخبار البدر تھا جو کہ حضرت منشی محمد افضل صاحب نے 31 اکتوبر 1902 کو جاری کیا۔ اس کا پہلا پرچہ القادیان کے نام سے شائع ہوا اس کے بعد اس کا نام حضرت مسیح موعودؑ نے "البدر" تجویز فرمایا۔ اس اخبار کو بھی جماعت کی تاریخ میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے کلمات، تازہ الہامات، حضرت مسیح موعودؑ کی ڈائریاں اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا درس قرآن بھی شائع ہوتا رہا۔ 1913 تک یہ اخبار باقاعدگی سے جاری رہا اس کے بعد عیسائیت کے خلاف ایک مضمون لکھنے کی پاداش میں بند ہو گیا پھر چالیس سال بعد 7 مارچ 1952 کو دوبارہ جاری ہوا اور اب بھی قادیان سے شائع ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے 15 جنوری 1901 کو ایک انگریزی رسالہ ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز کے اجراء کا اعلان فرمایا اس کا پہلا شمارہ جنوری 1902ء میں شائع ہوا۔ آج کل یہ رسالہ لندن سے نکل رہا ہے۔ حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کی زیر ادارت ایک سہ ماہی رسالہ تشحیذ الاذہان کے نام سے 1906ء کو جاری کیا گیا۔ اس کا مقصد ایک تو (دین حق) کے نورانی چہرہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنا تھا دوسرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر میں جو نصائح فرماتے تھے ان کی اشاعت تھا۔ 1922 تک یہ رسالہ نکلتا رہا پھر حضرت مصلح موعود نے اس کی اشاعت موقوف کر کے اس کو رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں ضم کر دیا بعد ازاں 1957ء میں حضرت مولانا ابو العطاء صاحب کی تجویز پر احمدی بچوں اور بچیوں کے لئے ایک رسالہ کا اجراء کیا گیا جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تشحیذ الاذہان تجویز فرمایا۔ اس کا پہلا شمارہ جون 1957 میں شائع ہوا بعد ازاں دسمبر 1957 میں اس کا انتظام خدام الاحمدیہ کے سپرد کر دیا گیا خدا تعالیٰ کے فضل سے آج تک یہ رسالہ خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر انتظام شائع ہو رہا ہے۔

1906 سے 1912 تک کے بعض رسائل

اس عرصہ کے دوران جولائی 1906 میں حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کی زیر نگرانی "تعلیم الاسلام" کے نام سے ایک رسالہ جاری ہوا۔ اسی طرح اس دور میں طبیب حاذق کے نام سے بھی ایک رسالہ چھپتا تھا جو طبی معلومات پر مشتمل ہوتا تھا۔ 1907ء کے اوائل میں قادیان سے تفسیر القرآن کے نام سے ایک رسالہ جاری ہوا جو خلافت اولیٰ کے زمانے تک نکلتا رہا۔ 7 جنوری 1910 سے حضرت میر قاسم علی صاحب نے "الحق" کے نام سے دہلی سے ایک رسالہ جاری کیا۔ جب میر صاحب 1915ء میں ہجرت کر کے قادیان آ گئے تو یہی اخبار قادیان سے "الفاروق" کے نام سے شائع ہونے لگا۔ اس کے علاوہ حضرت میر قاسم علی صاحب نے 1911ء میں دہلی سے "احمدی" کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا۔ 1911ء میں "الاسلام" کے نام سے ایک رسالہ جاری ہوا۔ 1912ء میں شیخ یعقوب علی صاحب نے قادیان

سے "احمدی خاتون" کے نام سے رسالہ جاری کیا جو کچھ عرصہ بعد بند ہو گیا۔

الفضل کا اجراء

روزنامہ الفضل کا اجراء حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے 18 جون 1913ء کو قادیان سے کیا۔ اخبار کا نام حضرت خلیفہ اول نے تجویز فرمایا تھا۔ یہ اخبار شروع میں ہفتہ وار تھا 1915 میں اسے ہفتہ میں دو بار کر دیا گیا۔ 1927ء میں اسے کچھ عرصہ کے لئے روزانہ کر دیا گیا۔ جب کہ 1930ء میں یہ مستقل طور پر ہفتہ میں چار بار شائع ہونے لگا۔ اجراء سے لے کر ۱۱ مارچ 1914ء تک اسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ایڈیٹر ہونے کا شرف حاصل رہا۔ قیام پاکستان کے بعد آج تک یہ رسالہ جماعت کے جید علماء کی زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔ سوائے ان چند سالوں کے جن میں کالے اور شرمناک قانون کے تحت اس کی اشاعت زبردستی روک دی گئی۔ اس وقت الفضل انٹرنیشنل کے نام سے ہفت روزہ اخبار لندن سے بھی شائع ہو رہا ہے۔ الفضل انٹرنیشنل اس وقت انٹرنیٹ پر بھی مہیا ہے۔ www.alislam.org/alfazal پر جا کر اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

ہندوستان سے لاہور منتقل ہونے والا اخبار

روزنامہ الفضل 15 ستمبر 1947ء تک قادیان سے شائع ہوتا رہا اس کے بعد لاہور پاکستان منتقل ہو گیا۔ اور 15 ستمبر کا پرچہ لاہور سے بھی شائع ہوا۔ یہ واحد اخبار تھا جو ہندوستان سے لاہور منتقل ہوا۔ اس بارے میں صحافت کے استاد ڈاکٹر عبد السلام خورشید لکھتے ہیں کہ "اتنے غیر مسلم اخباروں کی روانگی کے باوجود ہندوستان کا کوئی مسلمان روزنامہ لاہور نہ آیا۔ البتہ جماعت احمدیہ کا روزنامہ الفضل قادیان سے لاہور منتقل ہو گیا۔۔۔ اب یہ ربوہ سے نکلتا ہے۔" (داستان صحافت صفحہ 126 مکتبہ کاروان)

جماعت احمدیہ کے دیگر اخبارات و رسائل

حضرت میر قاسم علی صاحب سابق ایڈیٹر "الحق" کی زیر ادارت 1916ء میں "فاروق" کے نام سے ہفتہ وار رسالہ جاری ہوا۔ جولائی 1916ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اخبار "بدر" کے بند ہو جانے کے بعد ماہوار مجلّہ کی صورت میں "صادق" کے نام سے رسالہ جاری کیا۔ یہ پہلی جنگ عظیم کے دوران ہی بعض نامساعد حالات کی وجہ سے بند ہو گیا۔ 1919ء کے اوائل میں احمد حسین صاحب فرید آبادی نے "اتالیق" کے نام سے بچوں کا ایک رسالہ قادیان سے جاری کیا۔ یہ بھی کچھ عرصہ بعد بند ہو گیا۔ اس کے علاوہ مختلف وقتوں میں رفیق حیات، احمدیہ گزٹ کے نام سے بھی رسائل جاری کئے گئے لیکن وہ کچھ عرصہ بعد بند ہو گئے۔ اس کے علاوہ حضرت میر اسحٰق صاحب کی زیر نگرانی جامعہ احمدیہ کے نام سے ایک رسالہ جاری ہوا۔ 1964ء میں حضرت میر داؤد احمد صاحب نے مجلّہ جامعہ کا اجراء فرمایا۔ 1931ء میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ''الحکم'' کی بجائے ''سالار'' کے نام سے پرچہ نکالتے رہے مگر یہ الحکم کے دوبارہ اجراء کے ساتھ ہی بند ہو گیا۔ احرار کے پروپیگنڈہ کا جواب دینے کے لئے 1935ء میں ''الھدیٰ'' کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا گیا لیکن جب احرار کے قدموں سے زمین نکل گئی تو رسالہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ ان کے علاوہ ''المبشر''، ''گلدستہ تعلیم الدین'' ''فرقان'' ''الرحمت'' ''الفرقان'' ''المصلح'' ''درویش قادیان''، ''التبلیغ'' کے نام سے بھی رسائل نکلتے رہے لیکن یہ سب محدود مدت کے لئے نکلے ان میں سے

جس رسالہ نے جماعت کی نمایاں خدمت کی وہ محترم ثاقب زیروی صاحب کا رسالہ "لاہور" تھا جو ان کی وفات کے بعد آج بھی نکل رہا ہے محترم ثاقب صاحب نے 1974ء میں شدید نامساعد اور مخالفانہ حالات کے باوجود اپنے رسالہ کے ذریعہ جماعت کی جو خدمت کی وہ سنہری حروف سے تاریخ احمدیت میں ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اس کے علاوہ کراچی سے المصلح کے نام سے ایک رسالہ اب بھی جاری ہے۔ 1951ء میں "ماہنامہ درویش" کے نام سے قادیان سے ایک رسالہ جاری کیا گیا بعد میں جب "بدر" اخبار مرکزی حیثیت سے چھپنے لگا تو ماہنامہ درویش بند کر دیا گیا۔ 1951ء میں شیخ عبدالقادر صاحب نے "التبلیغ" جاری کیا مارچ 1953ء میں اس کی اشاعت ختم ہوگئی۔

بعض مرکزی رسائل

ماہنامہ مصباح جو کہ احمدی خواتین کا رسالہ ہے اس کا اجراء 1926ء میں قادیان سے ہوا۔ اوائل کے دس گیارہ سال تک اس کی ادارت حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کے سپرد رہی جولائی 1947ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے اس کا مکمل انتظام سنبھال لیا۔ آج کل یہ رسالہ لجنہ اماء اللہ پاکستان کے زیر انتظام شائع ہو رہا ہے۔

ماہنامہ انصار اللہ کا اجراء 1960ء میں ہوا۔ یہ جماعت کے چالیس سال سے اوپر احباب کی تنظیم کا ترجمان ہے اور انصار اللہ پاکستان کے زیر انتظام شائع ہو رہا ہے۔

رسالہ خالد ماہ اکتوبر 1952ء میں جاری ہوا۔ اس رسالہ کا تمام انتظام خدام الاحمدیہ پاکستان کے سپرد ہے۔

اس وقت جماعت اللہ کے فضل سے 175 سے زائد ممالک میں قائم ہو چکی ہے۔ اور جن ممالک میں بڑی بڑی جماعتیں موجود ہیں ان سب میں اللہ کے فضل سے کسی نہ کسی رسالہ کا اجراء ہو چکا ہے۔

جماعت احمدیہ کی صحافت پر ایک نظر

معاشرے کی تعمیر و ترقی میں صحافت کا کردار بہت نمایاں ہوتا ہے۔ ماہرین صحافت کے نزدیک صحافت کے بنیادی طور پر تین مقاصد ہوتے ہیں 1۔ راہنمائی کرنا 2۔ معلومات فراہم کرنا 3۔ تفریح مہیا کرنا۔ اور صحافت کے بنیادی اخلاق میں یہ بات شامل ہے کہ حقائق کو توڑ مروڑ کو پیش نہ کیا جائے۔ لیکن افسوس کہ اس وقت اکثر ممالک میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص صحافتی اقدار کو پامال کیا جا رہا ہے اور صحافت کے جو بنیادی مقاصد تھے ان کو یکسر پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس محض خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کی صحافت نے شروع سے ہی راہنمائی کو اپنا بنیادی مقصد قرار دیا۔ جھوٹ اور حقائق سے برعکس مواد کو کبھی اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا۔ تمام احمدی اخبارات و رسائل نے ہمیشہ قوم کی راہنمائی کی۔ قیام پاکستان کے وقت جب کہ مسلمانوں کی تمام مذہبی جماعتیں قیام پاکستان کی مخالف تھیں روزنامہ الفضل نے قائداعظم اور مسلم لیگ کے حق میں بھرپور مہم چلائی۔ 1945ء کے انتخابات میں الفضل نے خصوصی طور پر بہت اہم کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے معاً بعد جب بھارت نے کشمیر پر حملہ کر دیا تو اس وقت جو جماعتیں جہاد کی ٹھیکیدار بنی ہوئی ہیں وہ اُس وقت نہ صرف قیام پاکستان کی مخالف تھیں بلکہ انہوں نے کشمیر میں جہاد کے خلاف فتویٰ دیا ایسے وقت میں روزنامہ الفضل نے کشمیری مجاہدین اور مظلومین کی امداد کے لئے نہ صرف خود تحریک چلائی بلکہ باقی پاکستانی پریس سے بھی اپیل کی کہ وہ اس میں حصہ لے۔ پھر جنگ ستمبر میں الفضل نے بھرپور کردار ادا کیا اور تقریباً ایک ماہ تک اپنے اداریوں اور مضامین کے

ذریعہ قوم میں قربانی کے جذبہ کو ابھارا اور کشمیر کے مسئلہ کے حل کی طرف اقوام متحدہ کی توجہ مبذول کروائی۔ جب بھی ضرورت پڑی الفضل اور دیگر جماعتی رسائل نے ملک کے استحکام کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

آزادی صحافت اور جماعت احمدیہ

آزادی اظہار انسان کا بنیادی حق ہے اسی بناء پر آج آزادی صحافت کا بہت زیادہ پرچار کیا جاتا ہے اور صحافت کی آزادی کو کسی بھی مملکت کی بہتری کے لئے ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ نے ہمیشہ قانون، اعلیٰ اخلاقی روایات اور صحافتی اقدار کے دائرے میں صحافت کی آزادی کے حوالے سے مثبت کردار ادا کرنے کی توفیق پائی ہے۔ 1930ء میں جب کانگریس نے بعض معروف مسلم اخبارات "انقلاب" اور "سیاست" کو بند کئے جانے اور ان پر پکٹنگ لگانے کی دھمکی دی جس سے کانگریس کا مقصد تھا کہ ان مسلم اخبارات کا گلا گھونٹ دیا جائے جو عوام الناس کو کانگریسی شورش کے خطرات سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس موقع پر قادیان سے جماعت احمدیہ کے ناظر امور خارجہ نے اخبار انقلاب و سیاست کو ایک ٹیلیگرام دی جس میں کانگریس کی دھمکیوں کے پیش نظر اخبارات کی حفاظت کے لئے قادیان سے آدمی بھجوانے کی پیشکش کی گئی تھی یہ ٹیلیگرام اخبار انقلاب نے اپنے 29 مئی 1930 کے شمارے میں "احمدی بھی انقلاب کی حفاظت کے لئے تیار ہیں" کے عنوان سے شائع کی اور بعد ازاں لکھا کہ ہم جماعت احمدیہ کے تہہ دل سے ممنون ہیں ہمیں یقین ہے کہ ان کی طرح ہر (مومن) اس خادم تمدید ے کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہے۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد نمبر 6 صفحہ 223)

لیکن افسوس صد افسوس کہ قیام پاکستان کے بعد جماعت احمدیہ کی صحافت پر جس طرح پابندیاں لگائی گئیں وہ آزادی صحافت کے ماتھے پر کلنک کے ٹیکہ سے کم کی حیثیت نہیں رکھتیں۔ گو 1953ء میں بھی جماعت احمدیہ کے اخبار الفضل پر ایک سال کے لئے پابندی لگائی گئی تھی لیکن 1974ء اور 1984ء میں جماعتی صحافت پر جو پابندیاں لگائی گئیں وہ اس آزاد اور جمہوری دور کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہیں۔ جماعتی اخبارات و رسائل پر جن الزامات کے تحت مقدمات قائم کئے گئے وہ اس قدر مضحکہ خیز ہیں کہ کل کا مورخ جب تعصب کی عینک اتار کر ان کا ذکر کرے گا تو پوری قوم کا سر شرم سے جھک جائیگا۔ مثلاً بعض مقدمات احمدی اخبارات و رسائل میں کسی فوت شدہ کے ساتھ "مرحوم" کا لفظ لکھنے پر درج کئے گئے اور بہت سے مقدمات صرف اس لئے قائم کئے گئے کہ جماعتی اخبارات و رسائل میں قرآنی آیات کیوں لکھی گئی ہیں کیونکہ احمدی رسالوں میں ان آیات کے لکھے جانے سے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ ایک رسالہ کے مضمون نگار پر اس لئے مقدمہ درج کیا گیا کہ اس نے بیت اللہ کی قدیم تاریخ پر مضمون کیوں لکھا۔ غرض اس وقت تک احمدی اخبارات و رسائل کے خلاف سینکڑوں مقدمات درج کرائے جا چکے ہیں۔ اس وقت تک روزنامہ الفضل کے خلاف 38 مقدمات درج کئے گئے ہیں جن میں 100 سے زائد افراد جماعت کو ملوث کیا گیا ہے۔ ماہنامہ انصار اللہ کے خلاف 20 کے قریب مقدمات درج ہیں۔ مصباح کے خلاف 8 مقدمات جب کہ رسالہ خالد کے خلاف 11 اور رسالہ تشحیذ کے خلاف 5 مقدمات درج کئے گئے ہیں جماعت احمدیہ کی صحافت کے خلاف درج کل مقدمات کی تعداد 100 سے زائد ہے۔ جب کہ جماعت احمدیہ کے مختلف اخبارات و رسائل کے پرنٹر و پبلشر قاضی منیر احمد صاحب کے

خلاف 100 کے قریب مقدمات درج ہیں۔

احمدی نوجوانوں کی ذمہ داری

صحافت کا فن اور پیشہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی نوع انسانی کی تاریخ ہے۔ وقت اور حالات کے تحت اس کے انداز مختلف رہے ہیں۔ اس دور میں صحافت بہت زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہے۔ اس وقت دنیا میں ہونے والے سیاسی اور سماجی تغیرات میں صحافت بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ کسی بھی ملک کی بنیاد چار ستونوں پر ہوتی ہے ان میں عدلیہ، مقننہ اور انتظامیہ کے تین ستون ہوتے ہیں جب کہ صحافت کو چوتھا ستون قرار دیا جاتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے لئے تو صحافت کی اس لئے بھی بہت زیادہ اہمیت ہے کہ صحافت کی تمام تر ترقی قرآنی پیشگوئیوں کے مطابق ہے۔ جماعت احمدیہ کے لئے صحافت کی اہمیت اس سے بڑھ اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دو ابتدائی اخبارات (الحکم اور البدر) کو جماعت کے دو بازو قرار دیا تھا۔ پھر جماعت کے تمام خلفاء صحافت کی اہمیت کی طرف متوجہ کرتے رہے۔ حضرت مصلح موعود بانی خدام الاحمدیہ (خدا تعالیٰ آپ سے راضی ہو) اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے تو بعض نوجوانوں کو باقاعدہ صحافت کی تربیت کے لئے بھجوایا۔ اس طرح ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی جماعت کے نوجوانوں کو تلقین فرمائی ہے کہ وہ صحافت کے شعبہ کی طرف متوجہ ہوں۔ ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے احمدی نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ صحافت کو بطور پروفیشن اپنانے کی طرف بھی توجہ کریں کیونکہ اس کے ذریعے نظریات کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

ہمیں کس کیڑے سے لاکھ ملتی ہے؟

(مرسلہ: مکرم سلطان محمود ناصر صاحب۔ ربوہ)

لاکھ ایک کیڑے سے حاصل ہوتی ہے جو مشرقی ملکوں میں پایا جاتا ہے۔ خاص طور سے ہندوستان اور جزائر شرق الہند میں۔ ان کیڑوں کے چھوٹے چھوٹے بچے جو سرخ رنگ کے ہوتے ہیں وہ گوند جیسا ایک مادہ خارج کرتے رہتے ہیں جو متعلقہ درخت کی کسی شاخ پر جم جاتا ہے اور سخت ہو جاتا ہے۔ لوگ اس مادے کو پگھلا کر اور اُسے صاف کر کے اس سے لاکھ دانہ حاصل کرتے ہیں جس سے مہر لگانے والا مسالہ اور سرخ لاکھ دانہ بھی تیار کیا جاتا ہے۔ چند دوسرے کیڑے جو صنعت و حرفت کے لئے خام اشیاء مہیا کرتے ہیں۔ یا جو بھیڑیں، ما جو مکھیاں اور ما جو جوئیں ہیں۔ وہ بہت سے پودوں اور درختوں کی نرم اور بار یک پتیوں میں انڈے دیتی ہیں جن میں بیری کی جھاڑیوں سے لے کر شاہ بلوط تک سب ہی درخت شامل ہیں۔ ان کیڑوں کے بچے ملائم پتیاں کھا کر ما جو مہیا کرتے ہیں۔ جن سے روشنائی کے لیے رنگ بھی حاصل کیے جاتے ہیں۔ ("کیوں اور کس طرح" صفحہ 116)

بقیہ از صفحہ نمبر 21

دوم: ہر نفس انسانی نیز بنی نوع اور قوم کے بارے میں وہ کیا تعلیم دیتا ہے۔

سوم: کیا وہ مذہب کوئی مردہ اور فرضی خدا تو نہیں پیش کرتا جو محض قصوں اور کہانیوں کے سہارے پر مانا گیا ہو۔

پھر حضور علیہ السلام نے بڑی تفصیل سے ثابت کیا کہ یہ تینوں قسم کی خوبیاں صرف دین حق میں پائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں آریوں کے بعض دیگر اعتراضات کا بھی جواب دیا ہے اور مسئلہ نیوگ پر بھی بحث فرمائی ہے۔

شوخیٔ تحریر

کرکٹ

(مرسلہ: مکرم فاتح احمد ناصر صاحب۔ احمد نگر)

.....ہم ناشتہ کرتے ہی بغدادی جمخانہ پہنچ گئے۔ پروگرام کے مطابق کھیل ٹھیک دس بجے شروع ہونا چاہیے تھا۔ مگر امپائر کا سفید کوٹ استری ہوکر دیر سے آیا۔ اس لئے چھپے ہوئے پروگرام کے بجائے 11:30 بجے تک کھلاڑی مونگ پھلی کھاتے رہے۔

پندرہ منٹ کی ردوکد کے بعد یہ طے پایا کہ جو ٹیم ''ٹاس'' ہارے وہی بیٹنگ کرے۔ پھر کلدار روپیہ کھنکا۔ تالیاں بجیں۔ معطر رومال ہوا میں لہرائے اور مرزا کسے بندھے بیٹنگ کرنے نکلے۔

ہم نے دُعا دی ''خدا کرے تم واپس نہ آؤ''۔

مرزا نے ہمارا شکریہ ادا کیا اور چلتے چلتے پھر تاکید کی ''کرکٹ مت دیکھو۔ کرکٹ کی اسپرٹ دیکھو''۔

ہم یہ بتانا بھول ہی گئے کہ روانہ ہونے سے قبل مرزا نے اپنے بیٹ پر جملہ تماشائیوں کے دستخط لئے۔

مرزا پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے ہوئے وکٹ تک پہنچے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سارا راستہ اُلٹے قدموں طے کیا اور اگر بیچ میں وکٹ سے ٹکر نہ ہوتی تو شاید ساری فیلڈ اسی طرح پار کر جاتے۔

مرزا نے کرکٹ میں بھی وہی تہیا اور تیور دکھائے جو ہم دیکھتے چلے آئے تھے۔

یعنی تکنیک کم اور جوش زیادہ! روانگی سے چند منٹ پہلے پیڈ کے تسمے باندھتے ہوئے انہوں نے ایک مرکھنے سے کلرک کو یہ ہتھکنڈا بتایا کہ چھکا لگانے کی سہل ترکیب یہ ہے کہ خوب کس کے ہٹ لگاؤ۔

کلرک نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھورتے ہوئے کہا ''یہ تو سبھی جانتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ زور کا ہٹ کس طرح لگایا جائے''۔

مرزا اپنی بڑی بڑی آنکھیں لال کرکے بولے ''میں تو یہ کرتا ہوں کہ ہٹ لگاتے وقت آنکھ میچ کر اپنے افسر کا تصور کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! ایسے زور کا ہٹ لگتا ہے کہ گیند تارا ہو جاتی ہے''۔

مرزا کے کھیلنے بلکہ نہ کھیلنے کا انداز دیکھ کر ہمیں یقین ہوگیا کہ افسر کا ایک فوٹو نہیں، بلکہ پورا کا پورا البم ان کی آنکھوں میں پھر رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ بیٹ کو پوری طاقت کے ساتھ گوپھن کی طرح گھمائے جا رہے تھے۔ تین اوور اسی طرح خالی گئے اور گیند کو ایک دفعہ بھی بیٹ سے ہم کنار ہونے کا موقع نہیں ملا۔ مرزا کے مسکرانے کا انداز صاف بتا رہا تھا کہ وہ اس صورت حال کو بولر کی نالائقی سے زیادہ اپنے استادانہ ہتھکنڈوں پر محمول کر رہے ہیں۔

مگر اتفاق سے چوتھے اوور میں ایک گیند سیدھوں سیدھ بیٹ پر جا لگی۔ مرزا پوری طاقت سے بیٹ دُور پھینک کر چیخے: ''ہاؤز دیٹ؟''

امپائر دوڑا دوڑا آیا۔ بیٹ اٹھا کر انہیں پکڑایا اور بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر دوبارہ کھیلنے پر رضامند کیا۔

مصیبت اصل میں یہ تھی کہ مخالف ٹیم کا لمبا تڑنگا بولر، خدا جھوٹ نہ بلوائے، پورے ایک فرلانگ سے ٹہلتا ہوا آتا۔ ایک بارگی جھٹکے کے ساتھ رک کر کھنکارتا۔ پھر خلاف توقع

نہایت تیزی سے گیند پھینکتا۔ اس کے علاوہ حالانکہ صرف دائیں آنکھ سے دیکھ سکتا تھا مگر گیند بائیں ہاتھ سے پھینکتا تھا۔ مرزا کا خیال تھا کہ اس بے ایمان نے یہ چکرا دینے والی صورت انتظاماً بنا رکھی ہے لیکن ایک مرزا ہی پر موقوف نہیں، کوئی بھی یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ گیند کیسے اور کہاں پھینکے گا، بلکہ اس کی صورت دیکھ کر کبھی کبھی تو یہ شبہ ہوتا تھا کہ اللہ جانے پھینکے گا بھی یا نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اس نے گیند سے اتنے وکٹ نہیں لئے جتنے گیند پھینکنے کے انداز سے۔ بقول مرزا "مشتاق بولر سے کوئی خائف نہیں ہوتا۔ وہ زیادہ سے زیادہ وکٹ ہی تو لے سکتا ہے۔ جان تو اناڑی سے نکلتی ہے"۔ سبھی کے چھکے چھوٹ گئے۔ گیند پھینکنے سے پہلے جب وہ اپنی ڈھائی گھر کی چال سے لہریا بناتا ہوا آتا تو اچھے اچھوں کے بیٹ ہاتھ کے ہاتھ میں رہ جاتے۔

آگے بڑھا جو کوئی تو وہ ڈر کے رہ گیا
سکتے میں کوئی منہ پہ نظر کر کے رہ گیا

ہر مرتبہ ظالم کچھ ایسے غیر پیشہ ورانہ جذبے اور جوش کے ساتھ تکا تکا کے گیند پھینکتا گویا یہ وہ پہلا پتھر ہے جس سے ایک گنہ گار دوسرے گنہ گار کو سنگسار کرنے جا رہا ہے۔ اس کے باوجود مرزا انتہائی وندان شکن حالات میں ڈنڈے گاڑے کھڑے تھے، لیکن یہ درست ہے کہ رَن نہ بننے کی بڑی وجہ مرزا کے پینترے تھے۔ وہ اپنا وکٹ ہتھیلی پر لئے پھر رہے تھے۔ وہ کرتے یہ تھے کہ اگر گیند اپنی طرف آتی ہوتی تو صاف نکل جاتے، لیکن اگر ٹیڑھی آتی دکھائی دیتی تو اس کے پیچھے بیٹ لے کر نہایت جوش و خروش سے دوڑتے (کپتان نے بتیرا اشاروں سے منع کیا، مگر وہ دو دفعہ گیند کو باؤنڈری لائن تک چھوڑنے گئے)۔

یوں بھی بعض کھلاڑی گیند کو دیکھتے نہیں، سنتے ہیں ___ یعنی ان کو اپنے قرب و جوار میں گیند کی موجودگی کا احساس پہلے پہلے آواز سے ہوتا ہے جو گیند اور وکٹ کے گرانے سے پیدا ہوتی ہے۔

چند اوور کے بعد کھیل کا رنگ بدلتا نظر آیا اور یوں محسوس ہونے لگا گویا وکٹ گیند کو اپنی جانب اس طرح کھینچ رہا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو۔ ہم نے دیکھا کہ ساتویں اوور میں تیسری گیند پر مرزا نے اپنی مسلح و مسلّم ران درمیان میں حائل کر دی۔ سب یک زبان ہو کر بول اٹھے: "ہاؤز دیٹ؟"

"مرزا نے دانستہ اپنی ٹانگ اس جگہ رکھی جہاں میں ہمیشہ گیند پھینکتا ہوں"۔ بولر نے الزام لگایا۔

"بکواس ہے۔ بات یوں ہے کہ اس نے جان بوجھ کر اس جگہ گیند پھینکی جہاں میں ہمیشہ اپنی ٹانگ رکھتا ہوں"۔ مرزا نے جواب دیا۔

"اگر میرا نشانہ ایسا ہی ہوتا تو مرزا جی کبھی کے پویلین میں براجمان ہوتے"۔ بولر بولا۔

"تو یوں کہو کہ تمہاری گیند وکٹ سے الرجک ہے"۔ مرزا نے کہا۔ "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مرزا نے عمداً ٹانگ آگے کی"۔ یک چشم بولر نے حلفیہ کہا۔

امپائر نے دونوں کو سمجھایا کہ بحثا بحثی کرکٹ کی اسپرٹ کے خلاف ہے۔ پھر یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ بیٹس مین کے کھیل کے محتاط اسٹائل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اسے ذرا بھی احتمال ہوتا کہ گیند اس کی ٹانگ کی طرف آ رہی ہے تو وہ کھٹاک سے وکٹ کو اپنی ٹانگ کے آگے کر دیتا۔

اس فیصلہ پر مرزا نے اپنی ٹوپی اچھالی اور جب وہ اپنے

مرکز کی طرف واپس آ گئی تو پھر کھیل شروع ہوا، لیکن دوسرے ہی اوور میں بولر نے گیند ایسی کھینچ کے ماری کہ مرزا کے سر سے ایک آواز (اور منہ سے کئی!) نکلی اور ٹوپی اُڑ کر وکٹ کیپر کے قدموں پر جا پڑی۔

جب امپائر نے مرزا کو ٹوپی پہنانے کی کوشش کی تو وہ ایک انچ تنگ ہو چکی تھی۔

اس کے باوجود مرزا خوب جم کے کھیلے اور ایسا جم کے کھیلے کہ ان کی اپنی ٹیم کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس اجمال پُر ملال کی تفصیل یہ ہے کہ جیسے ہی ان کا ساتھی گیند پر ہٹ لگاتا ویسے ہی مرزا اسے رن بنانے کی پر زور دعوت دیتے اور جب وہ کشاں کشاں 3/4 پچ طے کر لیتا تو اسے ڈانٹ ڈپٹ کر بلکہ دھکیل کر اپنے وکٹ کی جانب واپس بھیج دیتے، مگر اکثر یہی ہوا کہ گیند اس غریب سے پہلے وہاں پہنچ گئی اور وہ مفت میں رن آؤٹ ہو گیا۔ جب مرزا نے یکے بعد دیگرے اپنی ٹیم کے پانچ کھلاڑیوں کا بشمول کپتان ذی شان، اس طرح جلوس نکال دیا تو کپتان نے پس ماندگان کو سختی سے تنبیہ کر دی کہ خبردار! اب مرزا کے علاوہ کوئی رن نہ بنائے۔

لیکن مرزا آخری وکٹ تک اپنی وضع احتیاط پر ثابت قدمی سے قائم رہے اور ایک رن بنا کے نہیں دیا۔ اس کے باوجود ان کا اسکور اپنی ٹیم میں سب سے اچھا رہا۔ اس لئے کہ رن تو کسی اور نے بھی نہیں بنائے مگر وہ سب آؤٹ ہو گئے۔ اس کے برعکس مرزا خود کو بڑے فخر کے ساتھ ''زیرو ناٹ آؤٹ'' بتاتے تھے۔ ناٹ آؤٹ! اور یہ بڑی بات ہے۔

کھیل کے مختصر وقفے کے بعد طویل لنچ شروع ہوا۔

......جب چائے کے وقت میں کل دس منٹ باقی رہ گئے اور بیرے جھپاک جھپاک پیالیاں لگانے لگے تو مجبوراً کھیل شروع کرنا پڑا۔ دو کھلاڑی امپائر کو سہارا دے کر پچ تک لے گئے اور مرزا نے بولنگ سنبھالی۔ پتہ چلا کہ وہ بولنگ کی اس نایاب صنف میں یدطولیٰ رکھتے ہیں جسے ان کے بدخواہ ''وائیڈ بال'' کہنے پر مصر تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہٹ لگے بغیر بھی دھڑا دھڑ رن بننے لگے۔ تین اوور کے بعد یہ حال ہو گیا کہ مرزا ہر گیند پر گالی دینے لگے۔

شکار میں بھی ان کا سدا سے یہی دستور رہا کہ فائر کرنے سے پہلے دانت پیس کر تیتر کو کوستے ہیں اور فائر کرنے کے بعد بندوق بنانے والے کارخانے کو گالیاں دیتے ہیں۔

ہم بولنگ کی مختلف قسموں اور باریکیوں سے واقف نہیں۔ تاہم اتنا ضرور دیکھا کہ جس رفتار سے مرزا وکٹ کی طرف گیند پھینکتے، اس سے چوگنی رفتار سے واپس کر دی جاتی۔ وہ تھوڑی دیر کج رفتار گیند کو حیرت اور حسرت سے دیکھتے۔ بار بار اس پر اپنا دایاں کف افسوس ملتے۔ پھر بھدر بھدر دوڑتے اور جب اور جہاں سانس بھر جاتی وہیں اور اسی لمحے لُنجے ہاتھ سے گیند پھینک دیتے۔

منہ پھیر کر اِدھر کو، اُدھر کو بڑھا کے ہاتھ

ابتداء میں تو مخالف ٹیم ان کی بولنگ کے معیار سے نہایت مطمئن و محظوظ ہوئی لیکن جب اس کے پہلے ہی کھلاڑی نے پندرہ منٹ میں تیس رن بنا ڈالے تو کپتان نے کہا کہ ہمارے دوسرے بیٹس مین رہے جاتے ہیں۔ ان کو بھی موقع ملنا چاہیے۔ اس لئے اپنا بولر بدلیے۔

مرزا بولنگ چھوڑ کر پویلین میں آ گئے۔ مارے خوشی کے کانوں تک باچھیں کھل رہی تھیں۔

(''چراغ تلے'' مصنف مشتاق یوسفی)

ΛΛΛΛΛΛ

سن ہجری شمسی ___ نیا کیلنڈر

(مکرم لطیف احمد صاحب عارف)

کسی خاص واقعہ کی صحیح تاریخ مقرر کرنے کے لیے دنیا میں کئی سن جاری ہیں لیکن جس قدر زیادہ تعداد میں سن پاکستان اور ہندوستان میں جاری ہیں۔ اتنے شاید دنیا کے کسی اور ملک میں نہ ہوں۔ انہی میں ایک ہمارا سن ہجری شمسی بھی شمار ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی۔

تجویز و ترتیب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۱۹۳۹ء میں ہجری شمسی تقویم مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر فرمائی اور ممبران کمیٹی کو ارشاد فرمایا کہ ہجری شمسی کیلنڈر کا ڈھانچہ تیار کریں جس میں مروّجہ عیسوی کیلنڈر بھی شامل رکھا جائے۔

حضور پُرنور نے تمام ممبروں کی آراء ملاحظہ فرما کر ہجری شمسی سال کے آغاز کا فیصلہ فرمایا اور حکم دیا کہ جب بھی مروّجہ عیسوی کیلنڈر کا کوئی نیا سال جس روز سے شروع ہوگا اسی روز سے ہجری شمسی سال کا آغاز ہوگا اور سال کے دنوں اور مہینوں کی تقسیم بھی مروّجہ عیسوی کیلنڈر کی طرح ہوگی اور لیپ کے سال بھی وہی شمار ہوں گے جو مروّجہ عیسوی کیلنڈر میں شمار کیے جاتے ہیں...... چونکہ آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ کو ۶۲۲ء میں ہجرت فرمائی تھی، لہذا پہلے ہجری شمسی سال کا آغاز بھی ۶۲۲ء کے آغاز کے وقت سے محسوب کیا گیا ہے۔

ضرورت و اہمیت

حضرت مصلح موعود نے فرمایا:-

"بہر حال چاند اور سورج دونوں کا سالوں، مہینوں اور دنوں سے تعلق ہے لیکن مجھے خیال آیا کہ چاند سے تو ہم لوگ کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہجری قمری ہم میں جاری ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں مگر سورج سے تو ہم بالکل فائدہ نہیں اُٹھا رہے۔ حالانکہ جیسا کہ قرآن کریم بیان کرتا ہے، سورج اور چاند دونوں ہی حساب کے لیے مفید ہیں اور دوسری طرف عقلی طور پر بھی اگر دیکھا جائے تو ان دونوں میں فوائد نظر آتے ہیں۔ چنانچہ وقت اور زمانہ کی تعیین کے لحاظ سے سورج مفید ہے اور عبادتوں کو شرعی طریق پر چلانے کے لیے چاند مفید ہے...... مجھے خیال آیا کہ ہم ...... نے قمری تاریخوں سے تو فائدہ اٹھایا ہے لیکن شمسی تاریخوں سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ حالانکہ قمری شمسی دونوں میں فوائد ہیں اور چونکہ انسان شمسی حساب پر مجبور ہوتا ہے اس لیے مسلمانوں نے بھی مجبوراً عیسوی سنہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اگر ہم ہجری قمری کے ساتھ ہجری شمسی بھی بناتے اور ہجری قمری تاریخوں کے بالمقابل ہجری شمسی تاریخیں بھی ہوتیں تو قطعاً کوئی جھگڑا نہ ہوتا۔

اب اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ ۶۲۲ ہجری کب تھا اور اس وقت شمسی لحاظ سے کونسا سال تھا تو وہ فوراً معلوم نہیں کر سکتا اور محض ۶۲۲ کہنے سے اس کی تسلی نہیں ہوتی کیونکہ سال کے لحاظ سے انسانی دماغ سورج ہی سے تسلی پاتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ ہجری قمری سالوں کے عیسوی سنہ معلوم کرتے ہیں اور اس طرح خواہ مخواہ مسلمان بھی عیسوی سنہ کو اپنے اندر رائج کیے ہوئے ہیں...... میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو

مکرم عبدالوحید صاحب راہِ مولیٰ میں قربان ہو گئے

نہایت مخلص، محنتی، نڈر، ہمہ تن خدمت میں مصروف رہنے والے اور باوفا خادم سلسلہ مکرم عبدالوحید صاحب ناظم عمومی مجلس کریم نگر ضلع فیصل آباد ۱۴ نومبر ۲۰۰۲ء بروز جمعرات ایک شدید معاند احمدیت کے خنجر کا نشانہ بن کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے مختصر حالات زندگی بغرض دعا شائع کئے جا رہے ہیں۔

مختصر تعارف

مکرم عبدالوحید صاحب مکرم عبدالستار صاحب کے ہاں ۱۲ دسمبر ۱۹۷۱ء کو چک نمبر ۶۱۔ ج ب میں پیدا ہوئے۔ آپ کے تین بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ آپ نے میٹرک ۱۹۸۹ء میں فیصل آباد بورڈ سے پاس کیا۔ ۱۹۹۱ء میں اپرنٹس ٹریننگ سنٹر فیصل آباد سے ''آٹو مکینک'' کا ایک سالہ ڈپلومہ کیا اور دو سال Apollo Motors کراچی سے اس شعبہ میں ٹریننگ لی۔ آپ کی شادی ۱۹۹۵ء میں محترم عبدالحفیظ صاحب آف دارالعلوم وسطی ربوہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جن سے تین بیٹیاں ہیں۔ مکرم عبدالوحید صاحب جماعتی تقریبات کے دوران Still فوٹو گرافی اور Video گرافی بھی کرتے رہے۔ ۲۰۰۰ء میں آپ نے چنیوٹ میں Pearl Lubricaits کے نام سے آئل کا کاروبار کیا۔ بعد ازاں جب آپ کی والدہ ریڑھ کی ہڈی میں تکلیف کی وجہ سے بیمار ہو گئیں تو آپ اپنے کاروبار کو چھوڑ کر والدین کی خدمت میں تادم آخر مصروف رہے۔ آپ کے والد دل کے مریض ہیں اور گذشتہ سال ان کا بائی پاس آپریشن ہو چکا ہے۔

جماعتی خدمات

مکرم عبدالوحید صاحب نے ۱۹۹۶ء میں مجلس کریم نگر میں بطور ناظم صنعت وتجارت کام کیا اور مرکزی صنعتی نمائش میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ ۹۸۔۱۹۹۷ء میں ضلعی مجلس عاملہ فیصل آباد میں بطور ناظم صنعت وتجارت کام کیا اور اس دوران ضلع فیصل آباد مرکزی صنعتی نمائش میں دوسرے نمبر پر رہا۔ ۱۹۹۸ء میں بطور ناظم صنعت وتجارت مجلس کریم نگر کام کرتے رہے۔ ۱۹۹۹ء سے تادم آخر آپ بطور ناظم عمومی مجلس کریم نگر نہایت توجہ سے کام کرتے رہے۔ آپ اس سال سیکرٹری اصلاح وارشاد کریم نگر بھی مقرر ہوئے تھے۔ باثمر داعی الی اللہ تھے اور بڑے شوق کے ساتھ دعوت الی اللہ کرتے رہے۔ خدمت دین کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ نیز سماجی کاموں میں بڑے سرگرم رہتے تھے۔ گھر میں اونچی آواز میں نظمیں پڑھنا ان کا معمول تھا۔ ۲۰۰۰ء میں آپ اسیر راہ مولیٰ بھی رہے۔

شہادت سے ۵ روز قبل مورخہ ۹ نومبر کو آپ نے خون کا عطیہ دیا۔ احمدیہ بیت الحمد میں تمام نمازوں کے اوقات نیز لجنات کے پروگراموں میں خدام کی ٹیمیں بنا کر باقاعدگی کے ساتھ ڈیوٹیوں کا اہتمام کرتے تھے۔ ڈیوٹی پر موجود خدام کا خصوصی خیال رکھتے اور موسم کے مطابق ان کی تواضع کرتے رہتے۔ شہادت کی صبح ۱۴ نومبر ۲۰۰۲ء کو نماز فجر کے بعد دفتر خدام الاحمدیہ میں اپنے گھر سے پردے لا کر لگائے۔ نیز سارا سال مستعدی کے ساتھ ڈیوٹی دینے والے خدام کی

لسٹ خود بسلسلہ انعامات بھی مرتب کی۔ شہید نے ڈیوٹی پر موجود خدام کے لئے افطاری پر سوپ پلانے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ اس روز آپ اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے گوشت خریدنے دکان پر گئے۔ ابھی وہاں پہنچے ہی تھے کہ امتیاز شاہ نامی ایک معاند احمدیت نے خنجر سے آپ پر اچانک وار کیا جو کہ دل پر لگا۔ آپ وہاں آدھ گھنٹہ پڑے رہے۔ مگر کسی نے بھی ہسپتال نہ پہنچایا۔ جب کہ الائیڈ ہسپتال وہاں سے صرف ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ بعد ازاں ایک مقامی غیر از جماعت نے آپ کے گھر اطلاع دی تو آپ کے چھوٹے بھائی بمعہ ایک احمدی دوست وہاں پہنچے۔ آپ کو ہسپتال لے جایا گیا۔ مگر ہسپتال پہنچتے ہی آپ نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

آپ کی نماز جنازہ مورخہ ۱۵ نومبر ۲۰۰۲ء بروز جمعۃ المبارک صبح ۱۰:۱۵ بجے محترم امیر صاحب ضلع فیصل آباد نے کریم نگر میں پڑھائی۔ جہاں کثیر تعداد میں شہر سے اور قریبی دیہاتی مجالس سے افراد نے شرکت کی۔ بعد ازاں محترم امیر صاحب ضلع فیصل آباد کی قیادت میں قافلہ کی صورت میں آپ کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ جہاں مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے بیت اقصیٰ ربوہ میں بعد از نماز جمعہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قبرستان عام میں تدفین کے بعد محترم ناظر اعلیٰ و امیر مقامی صاحب نے دعا کروائی۔ اس موقع پر احباب جماعت کی کثیر تعداد حاضر تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شہید کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ بوڑھے غمزدہ والدین، کم سن بچیوں اور ان کی اہلیہ صاحبہ کو صبر جمیل سے نوازے اور ہر دم ان کا حامی و ناصر رہے۔ آمین

☆ ☆ ☆

اعلان ولادت

☆ مکرم مشہود احمد صاحب مہتمم امور طلباء مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ۱۵ جولائی ۲۰۰۲ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ جس کا نام حضور انور نے ''شاہ زیب احمد'' مرحمت فرمایا ہے۔ نومولود مکرم چوہدری محمد اسلم صاحب کا پوتا اور مکرم محمود احمد قمر صاحب آف ربوہ کا نواسہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بچے کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔ آمین

☆ مکرم عابد احمد صاحب کارکن مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ۹/ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو بیٹی سے نوازا ہے۔ جس کا نام ''قرۃ العین'' تجویز کیا گیا ہے۔ نومولودہ مکرم چوہدری نور محمد صاحب کھوکھر دارالعلوم جنوبی ربوہ کی پوتی اور مکرم عبدالحق بٹ صاحب احمد نگر ربوہ کی نواسی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بچی کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور خادمہ دین بنائے۔ آمین

☆ مکرم عبدالروف احمد صاحب کارکن مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۱۳ نومبر ۲۰۰۲ء کو دوسری بیٹی سے نوازا ہے۔ نومولودہ کا نام ''حانیہ کنول'' تجویز کیا گیا ہے۔ بچی مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب احمد نگر ربوہ کی پوتی اور مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب نمبردار احمد نگر ربوہ کی نواسی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بچی کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور خادمہ دین بنائے۔ آمین

سالانہ رپورٹ نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن و آئی بنک

(مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب)

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان خدمت خلق کے میدان میں اپنی مساعی میں وسعت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوشاں ہے۔ جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کے آغاز سے ہی.........روحانی بصیرت کے ساتھ ساتھ مجلس کے زیر انتظام اب نابینا افراد کو جسمانی بصیرت عطا کرنے کا بھی منظم پروگرام شروع ہو چکا ہے۔

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے دو سال قبل نُور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن و آئی بنک کا قیام عمل میں آیا۔ ایسوسی ایشن خدا تعالیٰ کے فضل سے صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان محترم سید محمود احمد صاحب کی زیر سرپرستی روز بروز ترقی کی منازل طے کرتی چلی جارہی ہے۔

مرکز عطیہ خون کی عمارت کی Basement میں آئی بنک کا دفتر قائم ہے، جو دورانِ سال روزانہ کھلتا رہا اور مختلف عہدیدار اپنے مفوضہ امور سرانجام دینے کی توفیق پاتے رہے۔ دورانِ سال مرکزی عاملہ کی 18 میٹنگز منعقد ہوئیں۔ عطیہ چشم کے بارے میں تعارفی فولڈرز اور وصیتی فارمز شائع کروا کے وسیع پیمانے پر تقسیم کرنے کی کوشش کی گئی۔ مرکزی طور پر دوران سال 5 مواقع پر آئی بنک کے سٹال لگائے گئے۔ عطیہ چشم کے بارہ میں روزنامہ الفضل اور ماہنامہ خالد میں مختلف مواد اشاعت کے لئے بھجوایا جاتا رہا۔

18 مختلف مقامات پر آئی بنک کی برانچز کا قیام عمل میں آیا اور انہیں مستعد رکھنے کے لئے اُن سے رابطہ رکھا جاتا رہا اور رپورٹس طلب کی جاتی رہیں۔ بیرونی برانچز کے عہدیداران کے ساتھ دو مرکزی میٹنگز دورانِ سال ربوہ میں منعقد ہوئیں۔ اب تک خدا تعالیٰ کے فضل سے 2213 سے زائد افراد وصیتی فارم پُر کر کے باقاعدہ آئی ڈونر بن چکے ہیں۔ آئی ڈونرز کے کارڈز کی ترسیل کا کام بھی ساتھ ساتھ جاری ہے۔ ایک کمپیوٹر پروگرام تیار کروا کے آئی ڈونرز کے کوائف بھی ساتھ ساتھ محفوظ کئے جا رہے ہیں۔ آئی بنک کے عہدیداران اور کارکنان کی راہنمائی کے لئے ضروری ہدایات پر مشتمل ایک کتابچہ تیار کر کے انہیں مہیا کیا گیا۔

مرکز میں زیادہ سے زیادہ احباب و خواتین کو اس کارِ خیر سے متعارف کروانے کے لئے تین سیمینار ہو چکے ہیں۔ نیز دو مرتبہ معلوماتی نمائش کا انعقاد کیا گیا۔

ایسوسی ایشن کی Website تیار کر لی گئی ہے، جسے انشاء اللہ بہت جلد نیٹ پر بھیج دیا جائے گا۔ ایسوسی ایشن کا باقاعدہ دستور بھی ترتیب دے لیا گیا ہے، جو اب منظوری کے مرحلہ پر ہے۔ امسال بیرونی برانچز کو Eye collection کا کام سکھانے کے لئے مرکز میں پہلی ٹیکنیکل ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے 10 برانچز کے 29 ٹیکنیکل اور 13 دیگر عہدیداران نے شرکت کی۔ اس ورکشاپ کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ باہر کے شہروں میں جب عطیہ چشم کے حصول کا موقع ہو تو ہر برانچ خود اس کا انتظام

کرنے کی اہلیت پیدا کرلے۔ ابھی ہر برانچ کے پاس ضروری آلات و دیگر سامان موجود نہیں تاہم توقع ہے کہ برانچز جلد اس کا انتظام کرلیں گی۔ مرکز سے بھی اس سلسلہ میں ضروری معاونت وراہنمائی کی جائے گی۔

آپریشن کے لئے موزوں نابینا افراد کے کوائف جمع کرنے کا کام بھی جاری ہے اور اب تک 50 سے زائد موزوں نابینا افراد کے کوائف جمع ہو چکے ہیں۔ 6 آئی ڈونرز کے انتقال کے بعد اُن کا عطیہ وصول کیا گیا جس میں اُن کے قریبی ورثاء کا بھرپور تعاون شامل تھا۔ جزاھم اللہ احسن الجزا

ان عطایا سے اب تک 12 افراد کے Cornea کی پیوندکاری کے آپریشنز فضل عمر ہسپتال ربوہ میں کامیابی کے ساتھ سرانجام دیے جا چکے ہیں۔ ان میں سے 8 آپریشنز مکرم ڈاکٹر مرزا خالد تسلیم احمد صاحب نے اور 4 آپریشنز مکرم ڈاکٹر رشید محمد راشد صاحب نے کئے۔ اس سارے کام کو مزید منظم کرنے اور وسعت دینے کے لئے آئی بنک کی علیحدہ بلڈنگ کی تعمیر کا کام بھی فضل عمر ہسپتال کے ساتھ بلڈ بنک کی نئی بلڈنگ کے ساتھ ہی کیا جارہا ہے۔ اس بلڈنگ میں آنکھ کے آپریشن تھیٹر کی سہولت بھی رکھی جارہی ہے۔ سارے کاموں کی بااحسن انجام دہی اور مفید اور بابرکت نتائج کے حصول کے لئے ہمیں احباب جماعت کی پرخلوص دعاؤں اور تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا ہے کہ وہ سب تعاون کرنے والوں کو اجرعظیم سے نوازے اور بیش از پیش خدمات کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

☆☆☆

قطعات

نُور سے نور منتقل کرنا
اور یہ کام مستقل کرنا
خدمتِ خلق اور بلا تفریق
چشم بہ چشم۔ دِل بہ دِل کرنا

☆☆☆

جا بجا مدرسے ، شفاخانے
نورِ ایمان کے خزانے ہیں
یہ بلڈبینک اور آئی بینک
خدمتِ خلق کے بہانے ہیں

☆☆☆

بے نُوروں میں نُور کی جو خیرات کرے گا
مستقبل کے روشن وہ دن رات کرے گا
جو کوئی بھی پیار کرے گا انسانوں سے
روشنیوں کی دھرتی پر برسات کرے گا

(مکرم عبدالکریم قدسی صاحب)

کلام فیض

متاعِ لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خونِ دل میں ڈبو لی ہیں اُنگلیاں میں نے
زباں پہ مُہر لگی ہے تو کیا کہ رکھ دی ہے
ہر ایک حلقۂ زنجیر میں زباں میں نے

☆☆☆☆☆

کرکٹ ورلڈ کپ 2003ء

(مرسلہ: رضوان احمد آزر۔ ربوہ)

جنوبی افریقہ میں کھیلے جانے والے اس کرکٹ ورلڈ کپ کی افتتاحی تقریب ۸ فروری ۲۰۰۳ء کو کیپ ٹاؤن کے نیولینڈز گراؤنڈ پر برقی قمقموں تلے منعقد ہوگی۔ جب کہ مجموعی طور پر ہر دن میچز کا انعقاد مصنوعی روشنیوں تلے کیا جائے گا اور یہ میچز دو میدانوں نیولینڈز (کیپ ٹاؤن) اور کنگسمیڈ (ڈربن) پر کھیلے جائیں گے۔ ایک سیمی فائنل بھی انڈر لائٹس کھیلا جائے گا۔ ۴۳ دن پر مشتمل یہ عالمی کپ ٹورنامنٹ جس میں ۱۴ ٹیمیں شریک ہونگی اور ۵۴ میچوں کا انعقاد ہوگا۔ ۱۹۹۹ء میں انگلینڈ میں منعقدہ گزشتہ عالمی کپ میں دو ٹیمیں بھی کم تھیں اور میچز کی تعداد بھی ۴۲ تھی۔ میزبان ٹیم جنوبی افریقہ ۹ فروری کو کیپ ٹاؤن میں ویسٹ انڈیز کے خلاف افتتاحی میچ کھیلے گی۔ جب کہ دفاعی چیمپئن آسٹریلیا اپنا پہلا میچ ۱۱ فروری کو پاکستان کے خلاف جوہانسبرگ میں کھیلے گی۔ یہ ایک طرح سے گذشتہ عالمی کپ کے فائنل کو دہرانے کے مترادف بات ہوگی۔ سب سے دلچسپ اور اہمیت کا حامل پاکستان اور بھارت کا مقابلہ ہوگا کیونکہ پاکستان نے عالمی کپ مقابلوں کے دوران کبھی بھارت کو ہرانے میں کامیابی حاصل نہیں کی۔ پاکستان کی ٹیم کو پول "A" میں رکھا گیا ہے اور بھارت بھی پول "A" میں شامل ہے۔ اس طرح پاکستان اپنا پانچواں لیگ میچ یکم مارچ ۲۰۰۳ء کو بھارت کے ساتھ کھیلے گا۔ اس عالمی کپ میں شریک ہونے والی ۱۴ ٹیموں کو دو پولز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

پول A	پول B
آسٹریلیا	جنوبی افریقہ
پاکستان	ویسٹ انڈیز
بھارت	سری لنکا
انگلینڈ	نیوزی لینڈ
زمبابوے	بنگلہ دیش
ہالینڈ	کینیڈا
نمیبیا	کینیا

پول "A" میں موجود آسٹریلیا، پاکستان اور بھارت کی ٹیموں کو عالمی کپ مقابلوں میں ٹائٹل فتح کا اعزاز حاصل ہو چکا ہے جبکہ پول "B" میں ویسٹ انڈیز نے دو مرتبہ اور سری لنکا نے بھی ایک مرتبہ عالمی کپ جیتا ہے۔ آئی سی سی ٹرافی کی فاتح ٹیم ہالینڈ اور رنرز اپ نمیبیا کو بھی پول "A" میں ہی رکھا گیا ہے۔ جس میں ہالینڈ کی ٹیم ۱۹۹۶ء میں بھی عالمی کپ مقابلوں میں شرکت کر چکی ہے جب کہ پول "B" میں کینیڈا اور کینیا کو یہ اعزاز مل چکا ہے مگر اس مرتبہ کینیڈا کی شرکت صرف اس وجہ سے ممکن ہو سکی ہے کہ اس نے کوالیفائنگ فائنل میں اسکاٹ لینڈ کو ہرا کر آئی سی سی ٹرافی مقابلوں میں تیسری پوزیشن حاصل کر لی تھی۔ پہلی نگاہ میں ہی پولز میں موجود ٹیموں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ پول "A" میں زیادہ بہتر ٹیمیں موجود ہیں سپر سکس مرحلے سے قبل ہی کسی دو بڑی ٹیموں کو ٹھکانے لگنا پڑے گا۔ اس کے برعکس پول "B" میں موجود ابتدائی چاروں ٹیمیں ہی کسی حد تک اگلے مرحلے تک رسائی کی اہل ہیں جن میں سے کسی ایک کو خراب کارکردگی کا خمیازہ ادا کرنا ہوگا۔ بہر حال کچھ بھی ہو جنوبی افریقہ کی سرزمین پر منعقد ہونے والا یہ عالمی کرکٹ ٹورنامنٹ کئی اعتبار سے دلچسپی کا حامل ہوگا اور امکان یہ بھی ہے کہ اس بار کئی اپ سیٹ دیکھنے میں آئیں گے۔ تو انتظار کریں مقابلوں کے آغاز کا جو کہ بڑی تیزی کے ساتھ قریب آ رہے ہیں۔ اس عالمی کپ کا مکمل شیڈول یوں ہے:۔

لیگ میچز

نمبر شمار	دن و تاریخ	پول	میچز	ڈے/نائٹ	مقام
	ہفتہ 8 فروری		رنگا رنگ افتتاحی تقریب	نائٹ	نیولینڈز، کیپ ٹاؤن
1	اتوار 9 فروری	پول بی	جنوبی افریقہ vs ویسٹ انڈیز	ڈے	نیولینڈز، کیپ ٹاؤن
2	پیر 10 فروری	پول بی	سری لنکا vs نیوزی لینڈ	ڈے	گڈ ایئر پارک، بلوم فونٹین
3	پیر 10 فروری	پول اے	زمبابوے vs نمیبیا	ڈے	ہرارے اسپورٹس کلب، ہرارے
4	منگل 11 فروری	پول اے	آسٹریلیا vs پاکستان	ڈے	دی وانڈررز، جوہانسبرگ
5	منگل 11 فروری	پول بی	بنگلہ دیش vs کینیڈا	ڈے نائٹ	کنگسمیڈ، ڈربن
6	بدھ 12 فروری	پول بی	جنوبی افریقہ vs کینیا	ڈے	ہارٹ ویسٹ اسٹیڈیم، پوچیفسٹروم
7	بدھ 12 فروری	پول اے	بھارت vs ہالینڈ	ڈے	بولینڈ پارک، پارل
8	جمعرات 13 فروری	پول بی	ویسٹ انڈیز vs نیوزی لینڈ	ڈے	سینٹ جارجز پارک، پورٹ الزبتھ
9	جمعرات 13 فروری	پول اے	زمبابوے vs انگلینڈ	ڈے	ہرارے اسپورٹس کلب، ہرارے
10	جمعہ 14 فروری	پول بی	سری لنکا vs بنگلہ دیش	ڈے	پیٹر میرٹزبرگ اوول، پیٹر میرٹزبرگ
11	ہفتہ 15 فروری	پول بی	کینیا vs کینیڈا	ڈے نائٹ	نیولینڈز، کیپ ٹاؤن
12	ہفتہ 15 فروری	پول اے	آسٹریلیا vs بھارت	ڈے	سپر اسپورٹس پارک، سنچورین
13	اتوار 16 فروری	پول بی	جنوبی افریقہ vs نیوزی لینڈ	ڈے	دی وانڈررز، جوہانسبرگ
14	اتوار 16 فروری	پول اے	انگلینڈ vs ہالینڈ	ڈے	بفیلو پارک، ایسٹ لندن
15	اتوار 16 فروری	پول اے	پاکستان vs نمیبیا	ڈے	ڈی بیئرز ڈائمنڈ اوول، کمبرلی
16	منگل 18 فروری	پول بی	ویسٹ انڈیز vs بنگلہ دیش	ڈے	ولومور پارک، بینونی
17	بدھ 19 فروری	پول اے	انگلینڈ vs نمیبیا	ڈے	سینٹ جارجز پارک، پورٹ الزبتھ
18	بدھ 19 فروری	پول بی	سری لنکا vs کینیڈا	ڈے	بولینڈ پارک، پارل
19	بدھ 19 فروری	پول اے	زمبابوے vs بھارت	ڈے	ہرارے اسپورٹس کلب، ہرارے
20	جمعرات 20 فروری	پول اے	آسٹریلیا vs ہالینڈ	ڈے	ہارٹ ویسٹ اسٹیڈیم، پوچسٹروم
21	جمعہ 21 فروری	پول بی	نیوزی لینڈ vs کینیا	ڈے	نیروبی جیم خانہ کلب، نیروبی
22	ہفتہ 22 فروری	پول بی	پاکستان vs انگلینڈ	ڈے نائٹ	نیولینڈز، کیپ ٹاؤن
23	ہفتہ 22 فروری	پول بی	جنوبی افریقہ vs بنگلہ دیش	ڈے	گڈ ایئر پارک، بلوم فونٹین
24	اتوار 23 فروری	پول بی	ویسٹ انڈیز vs کینیڈا	ڈے	سپر اسپورٹس پارک، سنچورین
25	اتوار 23 فروری	پول اے	بھارت vs نمیبیا	ڈے	پیٹر میرٹزبرگ اوول، پیٹر میرٹزبرگ
26	پیر 24 فروری	پول اے	زمبابوے vs آسٹریلیا	ڈے	کوئنز اسپورٹس کلب، بلاوایو
27	پیر 24 فروری	پول بی	سری لنکا vs کینیا	ڈے	نیروبی جیم خانہ کلب، نیروبی
28	منگل 25 فروری	پول اے	پاکستان vs ہالینڈ	ڈے	بولینڈ پارک، پارل
29	بدھ 26 فروری	پول اے	انگلینڈ vs بھارت	ڈے نائٹ	کنگسمیڈ، ڈربن
30	بدھ 26 فروری	پول بی	نیوزی لینڈ vs بنگلہ دیش	ڈے	ڈی بیئرز ڈائمنڈ اوول، کمبرلی

نمبر شمار	تاریخ	پول	میچ	ڈے/نائٹ	مقام
31	جمعرات 27 فروری	پول بی	جنوبی افریقہ vs کینیڈا	ڈے	بفیلو پارک ایسٹ لندن
32	جمعرات 27 فروری	پول اے	آسٹریلیا vs نمیبیا	ڈے	ناتھ ویسٹ اسٹیڈیم پوچفسٹروم
33	جمعہ 28 فروری	پول بی	سری لنکا vs ویسٹ انڈیز	ڈے نائٹ	نیولینڈز کیپ ٹاؤن
34	جمعہ 28 فروری	پول اے	زمبابوے vs ہالینڈ	ڈے	کوئنز اسپورٹس کلب گراؤنڈ بلاوایو
35	ہفتہ 1 مارچ	پول بی	کینیا vs بنگلہ دیش	ڈے	دی وانڈررز، جوہانسبرگ
36	ہفتہ 1 مارچ	پول اے	پاکستان vs بھارت	ڈے	سپر اسپورٹ پارک سنچورین
37	اتوار 2 مارچ	پول اے	آسٹریلیا vs انگلینڈ	ڈے	سینٹ جارجز پارک پورٹ الزبتھ
38	پیر 3 مارچ	پول بی	نیوزی لینڈ vs کینیڈا	ڈے	ولوو پارک بینونی
39	پیر 3 مارچ	پول بی	جنوبی افریقہ vs سری لنکا	ڈے نائٹ	کنگسمیڈ ڈربن
40	پیر 3 مارچ	پول اے	نمیبیا vs ہالینڈ	ڈے	گڈ ایئر پارک بلوم فونٹین
41	منگل 4 مارچ	پول بی	ویسٹ انڈیز vs کینیا	ڈے	ڈی بیئرز ڈائمنڈ اوول کمبرلی
42	منگل 4 مارچ	پول اے	پاکستان vs زمبابوے	ڈے	کوئنز اسپورٹس کلب گراؤنڈ بلاوایو

سپر 6-میچز

نمبر شمار	تاریخ	میچ	مقام
1	جمعہ 7 مارچ	A1 بمقابلہ B1	سنچورین
2	جمعہ 7 مارچ	A2 بمقابلہ B2	کیپ ٹاؤن
3	ہفتہ 8 مارچ	A3 بمقابلہ B3	بلوم فونٹین
4	پیر 10 مارچ	A2 بمقابلہ B1	جوہانسبرگ
5	منگل 11 مارچ	A1 بمقابلہ B3	پورٹ الزبتھ
6	بدھ 12 مارچ	A3 بمقابلہ B2	بلوم فونٹین
7	جمعہ 14 مارچ	A2 بمقابلہ B3	سنچورین
8	ہفتہ 15 مارچ	A3 بمقابلہ B1	ایسٹ لندن
9	ہفتہ 15 مارچ	A1 بمقابلہ B2	ڈربن

پہلا سیمی فائنل منگل 18 مارچ 2003ء

فرسٹ سپر سکس بمقابلہ فورتھ سپر سکس (پورٹ الزبتھ)

دوسرا سیمی فائنل جمعرات 20 مارچ 2003ء

سیکنڈ سپر سکس بمقابلہ تھرڈ سپر سکس (ڈربن)

فائنل اتوار 23 مارچ 2003ء (جوہانسبرگ)

☆☆☆

کیلنڈر سال 2003ء

JANUARY

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
			1	2	3	4
5	6	7	8	9	10	11
12	13	14	15	16	17	18
19	20	21	22	23	24	25
26	27	28	29	30	31	

FEBRUARY

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
						1
2	3	4	5	6	7	8
9	10	11	12	13	14	15
16	17	18	19	20	21	22
23	24	25	26	27	28	

MARCH

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
30	31					1
2	3	4	5	6	7	8
9	10	11	12	13	14	15
16	17	18	19	20	21	22
23	24	25	26	27	28	29

APRIL

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
		1	2	3	4	5
6	7	8	9	10	11	12
13	14	15	16	17	18	19
20	21	22	23	24	25	26
27	28	29	30			

MAY

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
				1	2	3
4	5	6	7	8	9	10
11	12	13	14	15	16	17
18	19	20	21	22	23	24
25	26	27	28	29	30	31

JUNE

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
1	2	3	4	5	6	7
8	9	10	11	12	13	14
15	16	17	18	19	20	21
22	23	24	25	26	27	28
29	30					

JULY

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
		1	2	3	4	5
6	7	8	9	10	11	12
13	14	15	16	17	18	19
20	21	22	23	24	25	26
27	28	29	30	31		

AUGUST

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
31					1	2
3	4	5	6	7	8	9
10	11	12	13	14	15	16
17	18	19	20	21	22	23
24	25	26	27	28	29	30

SEPTEMBER

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
	1	2	3	4	5	6
7	8	9	10	11	12	13
14	15	16	17	18	19	20
21	22	23	24	25	26	27
28	29	30				

OCTOBER

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
			1	2	3	4
5	6	7	8	9	10	11
12	13	14	15	16	17	18
19	20	21	22	23	24	25
26	27	28	29	30	31	

NOVEMBER

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
30						1
2	3	4	5	6	7	8
9	10	11	12	13	14	15
16	17	18	19	20	21	22
23	24	25	26	27	28	29

DECEMBER

Sun	Mon	Tue	Wed	Thu	Fri	Sat
	1	2	3	4	5	6
7	8	9	10	11	12	13
14	15	16	17	18	19	20
21	22	23	24	25	26	27
28	29	30	31			

آئندہ عیسوی شمسی سنہ کی بجائے ہجری شمسی سنہ جاری کیا جائے اور عیسوی سنہ کے استعمال کو ترک کر دیا جائے۔ میرا ارادہ ہے کہ ایک دو مہینہ تک اس بارہ میں پوری تحقیق کر کے ہجری شمسی سنہ جاری کر دیا جائے اور آئندہ کے لیے عیسوی سنہ کا استعمال چھوڑ دیا جائے۔ خواہ مخواہ عیسائیت کا ایک طوق ہماری گردنوں میں کیوں پڑا رہے''۔ (سیر روحانی حصہ اوّل)

ہجری شمسی مہینوں کے نام اوران کی وجہ تسمیہ

اسلام کے بارہ اہم واقعات کی مناسبت سے بارہ مہینوں کے یہ نام مقرر کیے گئے:۔

ہجری شمسی مہینے	عیسوی مہینے	وجہ تسمیہ
۱۔صلح	جنوری	اس مہینہ میں حدیبیہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ نے کفار مکہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ فرمایا۔
۲۔تبلیغ	فروری	اس مہینہ میں آنحضرت ﷺ نے مختلف بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔
۳۔امان	مارچ	اس ماہ میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو امان دینے کا اعلان کیا گیا۔
۴۔شہادت	اپریل	اس مہینہ میں آنحضرت ﷺ سے دشمنان اسلام نے دھوکہ وغداری سے دین اسلام سیکھنے کے لیے مبلغ مانگے اور ان کو لے جا کر بیدردی سے شہید کر دیا۔
۵۔ہجرت	مئی	اس مہینہ میں آنحضرت ﷺ کو جب اہل مکہ نے سخت تکلیف دے کر قتل کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔
۶۔احسان	جون	اس مہینہ میں آنحضرت ﷺ نے حاتم طائی کی بیٹی اور اس کے قبیلہ کے اسیروں کو ازراہ کرم واحسان آزادی بخشی۔
۷۔وفا	جولائی	اس مہینہ میں صحابہؓ نے خارق عادت طور پر غزوہ ذات الرقاع کے لیے پیدل چلنے میں صدق ورضا کا نمونہ دکھایا۔
۸۔ظہور	اگست	اس مہینہ میں آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے بیرون عرب میں اشاعت دین اور غلبہ اسلام کی بنیاد رکھی۔
۹۔تبوک	ستمبر	اس مہینہ میں آنحضرت ﷺ کو صحابہ مخلصین نے اپنے اخلاص کا مختلف صورتوں میں بموقع جنگ تبوک نمونہ دکھایا۔
۱۰۔اخاء	اکتوبر	ہجرت کے بعد آنحضرت ﷺ نے صحابہ میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان خاص طور پر اخوت کا تعلق قائم فرمایا۔
۱۱۔نبوت	نومبر	اس مہینہ میں رسول پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت ورسالت عطا فرمایا۔
۱۲۔فتح	دسمبر	اس مہینہ میں آنحضرت ﷺ نے دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ آ کر مکہ فتح کیا اور اپنے خونخوار دشمنوں کے بھی قصور معاف فرما دیے۔

فوائد اور مقاصد

ہجری شمسی مہینوں کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تجویز فرمائے جو حضرت رسول کریم ﷺ کی حیات مقدسہ کے بارہ ۱۲ اہم واقعات پر مبنی ہیں۔ جو تاریخ اسلام کی جان اور آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کا لب لباب اور روح رواں ہیں۔ نیز یہ واقعات ایسے نقطہ مرکزیہ ہیں جن کے گرد اسلامی تاریخ چکر لگا رہی ہے اور غیر مسلم مورخین اپنی قومی ملکی اور مذہبی تاریخوں میں آج بھی ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آنحضرت ﷺ کی زندگی کے ان بارہ ۱۲ اہم واقعات کا انتخاب کر کے اس اسلامی تقویم کو چار چاند لگا دیے ہیں اور ہجری شمسی دو دریاؤں کو کوزہ

میں بند کر کے مجمع البحرین کا نظارہ پیش کر دیا ہے جو صرف آپ کا ہی حق ہے۔

ان جدید ہجری شمسی مہینوں سے یہ بھی علم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ وصحابہ کرامؓ کے پیش آمدہ حالات وواقعات کن کن شمسی مہینوں میں رونما ہوئے۔ چونکہ قمری مہینے اور سال موسموں کو آگے پیچھے کرتے رہتے ہیں اس لیے کون نہیں جانتا کہ رمضان المبارک کبھی موسم گرما میں آتا ہے اور کبھی موسم سرما میں، لیکن شمسی سال اور مہینہ، ہر موسم کو اس کے مقررہ وقت پر لاتے ہیں۔ مثلاً مئی جون میں ہمیشہ گرمی ہوتی ہے۔ دسمبر جنوری میں ہمیشہ سردی آتی ہے۔ چنانچہ ہم کو ہجری شمسی مہینوں سے یہ بھی ضرور فائدہ ہوتا ہے تاکہ ہمیں ان امور کا علم اور احساس ہو سکے۔ مثلاً صلح حدیبیہ کس موسم میں ہوئی تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سردی کا موسم یعنی جنوری کا مہینہ تھا۔ اسی طرح رسول پاک ﷺ نے ہجرت ماہ مئی یعنی موسم گرما میں فرمائی۔ وغیرہ

غرض ان ہجری شمسی مہینوں کے ناموں سے تقویم میں آپ روزانہ آنحضرت ﷺ، آپ کے صحابہ وصحابیات اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک مختصر مگر جامع سیرت کو ہر وقت اپنے سینوں اور دماغوں میں مستحضر پائیں گے۔ یہ تقویم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل ہے اور چونکہ اس کا مقصد دینی نظام وروایات کو از سرِ نو زندہ اور رائج کرنا ہے۔ لہذا احباب جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس مایہ ناز تقویم کو اپنے روزمرہ میں جگہ دیں اور زیادہ سے زیادہ اپناتے ہوئے دینی نظام کے قیام میں ممد ومعاون ثابت ہوں۔

(ماہنامہ "خالد" جنوری ۱۹۶۲ء)

☆☆☆

نیا سال

(فیض احمد فیض)

اے نئے سال بتا تجھ میں نیا پن کیا ہے؟
ہر طرف خلق نے کیوں شور مچا رکھا ہے؟

روشنی دن کی وہی تاروں بھری رات وہی
آج ہم کو نظر آتی ہے ہر اک بات وہی

آسماں بدلا ہے افسوس نہ بدلی ہے زمیں
ایک ہندسے کا بدلنا کوئی جدت تو نہیں

اگلے برسوں کی طرح ہوں گے قرینے تیرے
کسے معلوم نہیں بارہ مہینے تیرے

جنوری، فروری، مارچ میں پڑے گی سردی
اپریل، مئی اور جون میں پڑے گی گرمی

تیرا ان دہر میں کچھ پائے گا، کچھ کھوئے گا
اپنی میعاد بسر کر کے چلا جائے گا

تو نیا ہے تو دکھا صبح نئی، شام نئی
ورنہ ان آنکھوں نے دیکھے ہیں نئے سال کئی

بے سبب دیتے ہیں کیوں لوگ مبارک بادیں
غالباً بھول گئے وقت کی کڑوی یادیں

تیری آمد سے گھٹی عمر جہاں میں سب کی
فیض نے لکھی ہے یہ نظم نرالے ڈھب کی

(مرسلہ: ظفر اقبال شاہین۔ راجن پور)

★★★

قسط دوم

الہام کلام اس کا

"کلام طاہر" کی اشاعت کے دوران موصول ہونے والے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے ارشادات

(مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ۔ کراچی)

حضور ایدہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"غم فرقت میں بھی اتنا رلانے والے

اس میں اصلاح یہ تجویز ہوئی ہے۔ "غم فرقت میں بھی خوب رلانے والے"۔ لفظ 'خوب' بہت خوب ہے، مگر لفظ 'اتنا' میں جو اپنائیت اور شکوہ پایا جاتا ہے وہ 'خوب' میں ہرگز نہیں۔ غالباً یہ اصلاح اس لئے تجویز کی گئی ہے کہ 'اتنا' کے بعد اس کا جواب آنا چاہیے۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں ہوا کرتا۔ بعض دفعہ بغیر جواب کے ہی شرطیہ حصہ پر کلام ختم ہو جاتا ہے اور قرآن کریم میں اس کی بہت ہی پیاری مثالیں موجود ہیں۔ ایک کہنے والا یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ آپ نے مجھے اتنا رلایا ہے۔ ضروری نہیں کہ بعد میں وہ یہ بھی کہے کہ آنسو پونچھ پونچھ کر میری آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اس کے مقابل پر 'آپ نے مجھے خوب رلایا ہے' میں لگتا ہے کہ بات ختم ہو گئی اور اپنی ذات میں یہ مضمون وہیں مکمل ہو گیا، لیکن لفظ 'اتنا' ایک تشنگی باقی چھوڑ دیتا ہے۔ وہ خواہ شکوے کی ہو یا کسی اور چیز کی۔ پھر یہ تشنگی مضمون کو اور بھی رفعت عطا کرتی ہے۔ اس لئے میرے نزدیک یہاں بھی تبدیلی کی ضرورت نہیں"۔ (مکتوب ۹۳-۱-۱۶ صفحہ ۱۷)

برق تپاں ہے خندہ کہ خرمن اداس ہے۔

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ نظم پہلی اشاعت سے نقل کی ہے۔ میں نے تو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ان کے یہ نظم بھجوانے کے بعد یہ ہدایت کی تھی کہ برق تپاں ہے خندہ..... مصرع کی فوری اصلاح بھجوا دیں اور غالباً وہ الفضل میں چھپ بھی گئی ہوگی، لیکن اس کے باوجود آپ کو سہو کتابت والی نظم ہی مل سکی۔ بہر حال اس کی دو صورتیں میرے سامنے آئی ہیں۔ (۱) 'برق تپاں ہے خندہ زن۔ خرمن اداس ہے' مگر اس میں یہ سقم ہے کہ وزن کی تال کے لحاظ سے 'خندہ زن' تک کے مضمون کو پہلے نصف مصرع میں ہی سما جانا چاہیے تھا، کیونکہ اس نظم کا ہر مصرع دو حصوں میں بنا ہوا ہے۔ گویا 'برق تپاں ہے خندہ' پر ایک ضرب ختم ہوتی ہے اور 'کہ خرمن اداس ہے' پر دوسری۔ مگر خندہ زن کر دیا جائے تو 'زن' کا قدم اپنے نصف مصرع کی حدود میں رہنے کی بجائے دوسرے نامحرم نصف پر جا پڑتا ہے۔ اسی خیال سے میں نے اسے یوں کر دیا تھا۔

"برق تپاں نہال۔ کہ خرمن اداس ہے"

غالباً یہی بہتر رہے گا۔ 'خنداں' اس لئے جائز نہیں کہ یہاں خندہ صرف زبر کا متحمل ہے الف کا متحمل نہیں"۔

(مکتوب ۹۳-۱-۱۶ صفحہ ۱۸)

بلائے ناگہاں اک نت نیا مولانا آتا ہے

"ہر مولانا فی ذاتہ بلائے ناگہاں ہے۔ وہ کوئی

خاص خاص مولانا نہیں جو بلائے ناگہاں ہوں بلکہ ہر مولانا جب آتا ہے بلائے ناگہاں کی طرح ہی آتا ہے۔ کبھی ایک ہی بار بار آتا ہے کبھی نت نیا۔ میرے ذہن میں نت نئے مولانا کے آنے کا تصور تھا۔ بن کر آنے کا محاورہ میرے دل کی بات ظاہر نہیں کرتا۔ میں تو ہر مولوی کو ہی بلائے ناگہاں سمجھتا ہوں۔ اس لئے اسے اسی طرح رہنے دیا جائے۔ 'نت نیا' کہہ کر تو ان کی روزانہ بڑھتی ہوئی تعداد کی طرف اشارہ مقصود ہے اور جتنے بھی آتے ہیں ہمیشہ بلائے ناگہاں ہی ثابت ہوں گے"۔ (مکتوب ۹۳-۱-۱۶ صفحہ ۲۶، ۲۷)

تو مرے دل کی شش جہات بنے

اس نظم میں تبدیلیاں اور ان کی حکمتیں ملاحظہ ہوں۔ پیارے آقا تحریر فرماتے ہیں:-

تیرے منہ کی سبک سبک باتیں
دل کے بھاری معاملات بنے

پر نظر ثانی کی آپ نے خواہش کی ہے۔ یہ مضمون دراصل حدیث

كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ

سے اخذ کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ میرے منہ کی ہلکی ہلکی باتیں ہمارے دل کی بڑی وزنی باتیں بن جاتی ہیں۔

آپ کی بات درست ہے کہ 'بنے' کی ضمیر باتیں کی طرف جاتی ہے جو مونث ہے لہذا 'بنے' نہیں بلکہ "بنیں" چاہیے تھا۔ اس مصرع کو بدل کر میں نے یوں کر دیا ہے۔

تیرے منہ کے سبک سہانے بول
دل کے بھاری معاملات بنے

اگر سہانے کی بجائے آپ 'رسیلے' پسند کریں تو اسے 'سبک رسیلے بول' کر دیا جائے لیکن 'سبک سہانے' زبان پر زیادہ ہلکا ہلکا لگتا ہے۔ (مکتوب ۹۳-۱۰-۲۲ صفحہ ۳)

کچھ لوگ گنوا بیٹھے دن کو جو یار کمایا ساری رات

"آپ کی تجویز یہ ہے کہ 'لوگ گنوا بیٹھے سب دن کو جو بھی کمایا ساری رات'۔ لیکن اس میں عمومیت ہی آ گئی ہے کہ جو اچھا برا کمایا وہ دن کو گنوا دیا۔ جبکہ جو مضمون میرے پیش نظر ہے اس میں خدا کمانے اور ساری رات اس کی عبادت میں گذارنے کا مضمون ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر انسان راتیں تو ذکر الٰہی میں گذارے اور دن بھر دنیا کے پیچھے بھاگتا پھرے تو یہ اچھا عمل نہیں۔ اگر 'یار کمانے' کے اظہار بیان پر اعتراض ہے، تو یہی محاورہ تو اس شعر میں میری جان ہے اور شعر کی بھی۔ یار یونہی نہیں مل جاتے، کمانے پڑتے ہیں"۔ (مکتوب ۹۳-۱-۱۶ صفحہ ۳۰)

تری بقا کا سفر تھا قدم قدم اعجاز

اس نظم کو پڑھتے ہوئے ایک شعر مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

ہو موت اس کی رضا پر یہی کرامت ہے
خوشی سے اس کے کہے میں جو کھائیں سم، اعجاز

میں نے پڑھتے ہوئے اس پر ایک سوالیہ نشان لگا دیا کہ مزید غور کروں گی۔ پیارے آقا کی نظر اس سوالیہ نشان پر پڑ گئی میری الجھن دور کرنے کے لئے وضاحت فرمائی:-

"اس نظم کے دسویں شعر کے دوسرے مصرع کے سامنے آپ نے سوالیہ نشان ڈالا ہے۔ یہ مصرع یوں ہے۔ 'خوشی سے اس کے کہے میں جو کھائیں سم اعجاز'۔ یہاں خدا تعالیٰ کا اعجاز مراد نہیں ہے بلکہ انسان کی کرامت اور اس کا اعجاز مراد ہے۔ یہی مضمون ہے جو پہلے مصرع نے واضح کر دیا ہے۔ گویا اعجاز تو یہ ہے کہ انسان اس کے کہے میں خوشی سے زہر بھی کھا جائے اور موت کی قطعاً پرواہ نہ کرے۔ پرواہ ہو تو صرف اس کی رضا کی ہو اور اس کی خاطر انسان تلخ سے تلخ گھونٹ پیئے

پر ہر لحہ مستعد رہے"۔ (مکتوب ۹۳-۵-۱۵ صفحہ ۳)

کیا موج تھی جب دل نے جپا نام خدا کے

اس نظم کے ایک شعر

میں ان سے جدا ہوں مجھے چین آئے تو کیوں آئے
دل منتظر اس دن کا کہ ناچے انہیں پا کے

اس کے پہلے مصرع پر نظر ثانی کی درخواست کی تھی۔ پہلے تو ایسی جسارتوں پر بہت نادم ہوتی تھی، مگر اب اس کے نتیجے میں خاکسار کو سمجھانے کے لئے جو شعر میں زبان وبیان کے متعلق علم کے دریا بہائے ہیں مجھے نازاں کر رہے ہیں۔ جو بھی پڑھے گا اس کا عالم مجھ سے مختلف نہیں ہوگا۔ ایسا لگتا ہے ساری عمر صرف ادب کا مطالعہ فرمایا ہے۔ تحریر ملاحظہ ہو:-

'میں ان سے جدا ہوں مجھے چین آئے تو کیوں آئے'

اس مصرع کے بارے میں آپ نے ترتیب بدلنے یا 'کیوں آئے' کی جگہ کوئی دوسرا لفظ لانے کی تجویز پیش کی ہے، لیکن مجھے آپ کے اصرار کی سمجھ نہیں آئی کہ کیوں ترتیب بدلی جائے۔ اسے اہل کلام جب پڑھتے ہیں تو 'آ-ئے' دو آوازیں نہیں نکلتیں بلکہ دونوں آپس میں مدغم ہو جاتی ہیں۔ جس طرح غالب کے مرثیہ میں ہائے ہائے میں آخری 'ے' کی آواز نمایاں نہیں ہے۔ 'آئے' اور 'ہائے' کی آواز کبھی soft پڑھی جاتی ہے اور کبھی 'ئے' کرکے الگ پڑھی جاتی ہے جب soft پڑھی جاتی ہے تو عملاً یہ اتنی خفیف ہو جاتی ہے کہ زبان پر بوجھ نہیں پڑتا اور اہل کلام اس کو ناگوار خاطر نہیں سمجھتے۔ مکرم سلیم صاحب کا غالباً یہ بھی اعتراض ہے کہ 'کیوں آ' پر وزن کا دم ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کو بتادیں کہ یہ 'آ' اور 'ئے' نہیں ہے یعنی 'ئے' پر الگ زور نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلیم صاحب کو، جس طرح آتش کے اس مصرع میں 'آئے' استعمال ہوا ہے، صرف اسی طرح آئے کہنے کی عادت ہے اور وہ soft 'آئے' پڑھ ہی نہیں سکتے۔ آتش کا پورا شعر یوں ہے:-

بجا کہتے آئے ہیں ہیچ اس کو شاعر
کمر کا کوئی ہم سے مضموں نہ نکلا

اب یہاں 'آ-ئے' پڑھنا پڑتا ہے اگر 'آئے' soft پڑھیں گے تو وزن ٹوٹ جائے گا۔ اس کے مقابل پر غالب کی نظم میں soft پڑھنے کی مثال موجود ہے۔ اس کی 'ہائے ہائے' والی نظم میں آخری ہائے کو soft پڑھتے ہیں اور لمبا کرکے 'ہائے' نہیں پڑھتے بلکہ 'ہا' اے 'ہا' ء پر ہی بات ختم ہو جاتی ہے۔ غالب کہتا ہے:-

واو سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

اگر دوسرے ہائے کو بھی 'ہا' اے' پڑھیں تو اس میں 'ئے' کی آواز زائد ہے۔ اصل میں 'ہائے' 'ہا' ہونا چاہیے تھا۔ اس کی یہ ساری نظم اسی طرح چلتی ہے۔ پھر غالب کہتا ہے:-

عمر بھر کا تو نے پیغام وفا باندھا تو کیا

یہ بڑا چست مصرع ہے اس میں کچھ زائد نہیں ہے اس کے مطابق اگلا مصرع یوں ہونا چاہیے تھا کہ:-

عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہا

اگر آپ پہلے کو 'کیائے' کردیں تو جس طرح 'کیائے' میں 'ئے' زائد ہوتی ہے بالکل اسی طرح 'آئے' میں 'ئے' زائد ہوتی ہے۔ اور 'ہائے ہائے' میں آخری 'ئے' زائد ہے۔ صرف پڑھنے کے انداز کا فرق ہے۔ پس میرے اس مصرع کی تقطیع کا جہاں تک تعلق ہے اس میں غالب کی 'ہائے ہائے' والی نظم کی طرح ہی 'ئے' زائد ہے اور یہاں 'ئے' کی اس طرز کی واضح آواز نہیں ہے کہ گویا 'آ' اور 'ئے' دو حرف ہیں، بلکہ 'آ' کے ساتھ 'ئے' کی آواز کو نرمی کے ساتھ مدغم کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ کوئی سقم نہیں۔ چوٹی کے شعراء کے کلام میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ آپ